تذکرۂ اسلاف

مولانا بہاءُ الحق قاسمی

اِدارۂ ثقافتِ اسلامیّہ
۲ - کلب روڈ ، لاہور

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

نامور مؤرخ، محقق، ادیب اور دانشور

ڈاکٹر صفدر محمود

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

تذکرۂ اسلاف

مولانا بہاء الحق قاسمی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیّہ
۲ - کلب روڈ ، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

129462

بار دوم : ۱۹۸۷ء
طابع : ایپکس پرنٹ شاپ، لاہور
ناشر : ملک فیض بخش
معتمد ادارۂ ثقافت اسلامیہ
کلب روڈ، لاہور

Marfat.com

مولانا بہاء الحق قاسمیؒ

میں تو دریا ہوں، سمندر میں اتر جاؤں گا

"حضرت بہاء الحق قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نظر تصنیف "تذکرۂ اسلاف" ابھی طباعت کے مراحل میں تھی کہ ۲ رفروری ۱۹۸۰ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے صاحب زادے عطاء الحق قاسمی کا مضمون ذیل میں درج کیا جا رہا ہے تاکہ مولانا مرحوم و مغفور کی زندگی کے چند پہلو بھی اس گراں قدر تصنیف کے ساتھ محفوظ ہو جائیں۔"

(ادارہ)

میں جب عادتاً کہیں سے لوٹ آتے ہی سیدھا والد ماجد کے کمرے میں انھیں سلام کرنے کے لیے جاتا ہوں، مگر ان کا بستر خالی ہوتا ہے، اُن کی چھڑی اور شیروانی کھونٹی سے لٹکی ہوتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ باتھ روم تک گئے ہیں۔ میں ہر بار بھول جاتا ہوں، پچھلے مہینے کی دو تاریخ کو میں انھیں اپنے ہاتھوں سے ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں سپردِ خاک کر آیا ہوں۔

ماڈل ٹاؤن لاہور......... جہاں والد مکرم مولانا بہاء الحق قاسمی نے پچیس برس تک امامت، خطابت اور درسِ قرآن سے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت پیدا کی۔ وہ یہاں اپنے اُستادِ مکرم اور جامعہ اشرفیہ کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر پہنچے تھے۔ ۱۹۵۰ء کے لاہور میں ماڈل ٹاؤن امرا کی واحد بستی تھی اور

Marfat.com

جامع مسجد اے بلاک اپنے پرشکوہ بیانوں کے باعث اس کا جیتا جاگتا ثبوت بھی تھی۔ اس بستی کے ماڈرن اور صاحب ثروت مکینوں نے والد ماجد کی صورت میں غالباً پہلی بار ایک ایسے "مولوی" کو دیکھا جس کی نظروں میں شانِ سکندری جچتی ہی نہیں تھی ماڈل ٹاؤن کی اس سب سے بڑی مسجد میں جو "مولوی" آیا تھا، اس کی موٹی موٹی غلافی آنکھیں تھیں، سُرخ سفید چہرے پر ایک عجیب طرح کا جلال و جمال تھا۔ جب وہ دھوبی کے دُھلے ہوئے کڑکڑاتے کپڑوں پر شیروانی پہنے اور سر پر مشدی باندھے جمعے کے روز منبرِ رسولؐ پر آکر بیٹھتا اور لحن داؤدی میں قرآن پاک کی تلاوت کے بعد اپنی گونج دار آواز اور سحر انگیز خطابت سے بستی کے لوگوں کو جھنجھوڑ کر کہتا کہ اپنے اعمال سے خدا کے عذاب کو دعوت نہ دو، تو بستی کے لوگوں کو یہ آواز بہت نامانوس سی لگتی کہ یہ بات اس پیرائے میں اُنھوں نے اس سے پہلے نہیں سُنی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ اس زمانے میں دولت سے مسخ شدہ کچھ چہرے والد ماجدؒ کے پاس آئے اور کہا مولانا آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔ نماز پڑھائیں، ضروری مسئلے مسائل بتائیں، ہماری زندگیوں میں آپ کو دخل دینے کی ضرورت نہیں!" والد ماجدؒ نے ان کی بات سُنی اور کہا میں صبح ناشتے میں چائے کا ایک کپ اور ایک رس لیتا ہوں۔ دوپہر کو مولی کے ساتھ روٹی کھاتا ہوں اور رات کو اُبلے ہوئے چاول دال کے ساتھ کھاتا ہوں۔ اگر کبھی میری ان ضروریات میں اضافہ ہو تو پھر میں آپ کے مشورے پر بھی غور کروں گا۔ فی الحال آپ تشریف لے جائیں!" یہ مشورہ دینے والے نہیں جانتے تھے کہ جس شخص سے وہ مخاطب ہیں، وہ اٹھارہ برس کی عمر سے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے صعوبتیں جھیلتا چلا آیا ہے، وہ قیامِ پاکستان سے قبل بڑی بڑی تحریکوں کے ہراول دستے میں رہا ہے اور وہ ان کے فرنگی آقاؤں کو وطن سے نکالا دینے کے لیے جیل بھی جا چکا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جب انھیں خط لکھتے تھے تو انھیں "حامی دین مولانا بہاءُالحق صاحب قاسمی دام فیضہم"

Marfat.com

کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں جامع المنقول و المعقول قرار دیا تھا۔ جب پچاس برس قبل جامع مسجد راولپنڈی میں پہلی بار دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث مکاتبِ فکر کے لوگوں نے بیک وقت ان کی امامت میں عید کی نماز ادا کی تھی۔ حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ جنھیں قبالؒ وضو کرانا اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے تھے، نے اپنے دستِ مبارک سے والد ماجد مولانا بہاء الحق قاسمی کی دستار بندی فرمائی تھی۔ چنانچہ والد ماجدؒ کو مشورہ دینے والے لوگ نہیں جانتے تھے کہ وہ جس شخص کو مشورہ دے رہے ہیں، اُسے کن بزرگوں کا فیض حاصل ہے۔ لیکن جب وہ جان گئے تو پھر جو باتیں انھیں ناگوار گزرتی تھیں۔ انھوں نے وہ باتیں بھی صبر سے سننا شروع کر دیں اور انھوں نے طوعاً و کرہاً اس "مولوی" کو اس کے حال پر چھوڑ دیا! تاہم یہ چند لوگ تھے۔ ماڈل ٹاؤن کے لوگوں کی اکثریت کڑوی کسیلی باتیں شیریں لہجے میں سننے کے لیے والد ماجدؒ کے گرد جمع ہوئی اور ان میں تمام مکاتبِ فکر کے لوگ تھے۔ والد ماجدؒ کی زندگی کا مشن اتحاد بین المسلمین تھا اور وہ اپنے اس مشن میں اس درجہ کامیاب ہوئے کہ تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں نے عید کی نماز والد ماجد کی امامت میں ادا کرنا شروع کر دی۔

والد ماجدؒ قیامِ پاکستان کے بعد عملی سیاست سے کنارہ کش ہو چکے تھے لیکن حکمرانوں کے خلاف اسلام اقدامات پر جمعے کے خطبے میں اتنی کڑی تنقید کرتے کہ ان کے "بہی خواہ" انھیں نرم روی کا مشورہ دیتے۔ ایوب خاں کے مارشل لاء میں جب بڑے بڑے طوطیٔ مقال نقاد زیرِ پر ہو گئے تھے، والد ماجدؒ وہ سب کچھ کھلے لفظوں میں کہتے جو کہنے کے لیے بڑے دل گردے کی ضرورت تھی۔ اس سے پہلے ۱۹۵۳ء میں جب تحریکِ ختمِ نبوت کا آغاز ہوا تو والد ماجدؒ کو مسجد وزیر خاں میں تقریر کرتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی اور دوسرے زعما بھی مسجد وزیر خاں میں ان کے ہمراہ تھے۔

Marfat.com

[illegible] ماجدؒ کو گرفتار کرنے کے بعد شاہی قلعے لے جایا گیا۔ ان پر بغاوت، آتش زنی اور اس نوع کے خدا جانے کیا کیا الزامات تھے۔ ہمیں تین ماہ تک والد ماجدؒ کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں؟ زندہ ہیں یا انھیں مار دیا گیا ہے؟ تین ماہ بعد جب انھیں عدالت میں پیش کیا گیا اور انھیں سزا سنائی گئی تو ہمیں ان کی زندگی کی اطلاع ہوئی۔

شاہی قلعے میں والد ماجدؒ کو ایک کرسی پر بٹھا کر ان کے سر پر ایک تیز بلب روشن کر دیا گیا تاکہ وہ ساری رات سو نہ سکیں، جب والد ماجدؒ کو اونگھ آئی تو ان کے پیچھے کھڑا سنگین بردار سپاہی سنگین کی نوک انھیں چبھوتا اور کہتا "مولانا جاگتے رہیں" یہ لوگ والد ماجدؒ سے امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خلاف بیان لینا چاہتے تھے چنانچہ والد ماجدؒ سے یہ بیان دینے کے لیے کہا گیا کہ انھوں نے تحریک میں حصہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے اکسانے پر لیا تھا۔

والد ماجدؒ نے اس کے جواب میں کہا "مجھے شاہ صاحبؒ نے کیا اکسانا تھا، انھوں نے تو خود ختمِ نبوت کا درس میرے خاندان سے لیا ہے!" والد ماجدؒ نے یہ بات یوں کہی کہ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا مفتی محمد حسنؒ کی طرح میرے دادا مفتی اعظم امرتسر مفتی غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کے شاگرد خاص تھے! اس پر ڈیوٹی پر متعین فوجی افسر نے جھنجھلا کر والد ماجدؒ کو اپنے کمرے میں طلب کیا اور کہا "مولانا! آپ اپنے گھر کا ایڈریس لکھوا دیجیے تاکہ آپ کی میت آپ کے ورثاء کے سپرد کی جاسکے!" اس پر والد ماجد کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری جو طلوعِ صبح سے کم خوب صورت نہ تھی۔ اور انھوں نے کہا "آپ مجھے موت سے ڈراتے ہیں، حالانکہ آپ میری زندگی کا ایک لمحہ بھی کم یا زیادہ نہیں کر سکتے!"

والد ماجدؒ نے بتایا کہ ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل نے انھیں اپنے کمرے میں بلایا۔ کرسی پیش کی۔ چائے منگوائی اور بہت عزت و احترام کا مظاہرہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے

Marfat.com

گھنٹی بجائی اور ملازم سے کہا کہ فلاں مولوی صاحب کو پیش کرو! تھوڑی دیر بعد وہ مولوی صاحب کمرے میں موجود تھے۔ انھوں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنا سر سپرنٹنڈنٹ جیل کے قدموں میں رکھ دیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ وہ ہاتھ جوڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں! اس پر سپرنٹنڈنٹ نے مسکرا کر والد ماجدؒ کی طرف دیکھا اور پھر ملازم سے کہا "اس مولوی کو واپس کوٹھڑی میں چھوڑ آؤ!" وہ والد ماجدؒ کو بتانا چاہتا تھا کہ اب بھی راست "پر آجاؤ ورنہ ابھی اور بھی بہت سے طریقے باقی ہیں۔ میں نے یہ واقعہ سُن کر والد ماجدؒ سے اُن مولوی صاحب کا نام پوچھا، مگر انھوں نے نام بتانے سے انکار کر دیا اور کہا "خدا جانے ان صاحب پر کتنا ظلم ہوا تھا کہ صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھُوٹ گیا، اللہ تعالیٰ میری اور ان کی خطائیں معاف کرے!"

اس نوع کی ایک اور وضعداری کی مثال مجھے یاد آ رہی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل والد ماجد مولانا بہاء الحق قاسمیؒ مجلس احرار سے وابستہ تھے۔ مجلس احرار سے والد ماجد کی وابستگی کی وجہ قادیانیت اور انگریز کی مخالفت تھی۔ "زندگی" والے چودھری افضل حق مرحوم بھی مجلس احرار کے رہنماؤں میں سے تھے۔ ایک دفعہ چودھری صاحب مرحوم و مغفور کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں اشتراکیت کی حمایت کا پہلو نکلتا تھا۔ والد ماجد نے چودھری صاحب کے مضمون کی تردید میں ایک مضمون لکھا اور پھر ان دونوں بزرگوں کے درمیان اسلام اور اشتراکیت کے موضوع پر ایک زوردار بحث چھڑ گئی۔ یہ بحث اس زمانے کے معروف روزنامہ "زمزم" میں شائع ہوتی تھی، یہ بحث اتنی اہم تھی کہ ملک کے تمام علمی حلقے اس کی طرف متوجہ ہو گئے مگر آہستہ آہستہ اس بحث میں ذاتیات کا رنگ جھلکنے لگا۔ اور یوں اس میں تلخی در آتی چلی گئی۔ اس پر "الفرقان" لکھنؤ کے ایڈیٹر اور ممتاز عالم دین مولانا منظور نعمانی نے درمیان میں

Marfat.com

پڑکر یہ بحث بند کرادی۔ قیام پاکستان کے بعد والد ماجدؒ نے اپنے یہ مضامین اکٹھے کر کے "اسلام اور اشتراکیت" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کر دیے اور اس کے دیباچے میں لکھا کہ یہ مضامین ایک مرحوم دوست کے کچھ مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے۔

میں نے والد ماجدؒ سے کہا کہ آپ نے مرحوم دوست لکھنے کی بجائے چودھری افضل حق مرحوم کا نام کیوں نہیں لکھا؟ کہنے لگے کہ کتاب کا نام چونکہ "اسلام اور اشتراکیت" ہے، لہٰذا اس سے یہ شائبہ گذر سکتا تھا کہ چودھری صاحب شاید اسلام کے مقابلے میں اشتراکیت کی حمایت کر رہے تھے، جب کہ ایسا نہیں تھا، چنانچہ میں نے اپنے مرحوم دوست کا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا!

والد ماجد کی تصنیف و تالیف کے حوالے سے یاد آیا کہ وہ جیّد عالم دین، سیاسی رہنما اور شعلہ بیان خطیب ہونے کے علاوہ صحافی بھی تھے، وہ "ضیاء الاسلام" کے نام سے پندرہ روزہ جریدہ نکالتے تھے، جس کی ۱۹۳۹ء کی فائل میرے پاس موجود ہے، اس کے مختلف شماروں میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، پیر صاحب گولڑہ شریفؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ، چودھری افضل حق، مولانا سیّد نذیر الحق میرٹھیؒ، مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ اور دوسرے مشاہیر نے جس طرح والد ماجدؒ کی ان کاوشوں کو سراہا ہے جو انھوں نے دین حق کی ترویج کے لیے کیں۔ اس سے ان کی جولانی قلم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

والد ماجد مولانا بہاء الحق قاسمیؒ انتہائی خوبصورت نثر لکھتے تھے اور ان کی تحریر میں طنز کی کاٹ اس کے سوا تھی، جب شاہ سعود نے صحابہ کرامؓ کے مزاروں پر بلڈوزر پھروا دیے تاکہ ان کی پوجا نہ ہو سکے تو والد ماجد نے اس اقدام کے خلاف ایک زبردست پمفلٹ لکھا اور کہا یہ "توحید نہیں، توحید کا ہیضہ" ہے۔ والد مکرم زبان کی صحت کا بہت خیال رکھتے تھے چنانچہ میرے کالم کی اشاعت پر مجھے اپنے پاس بلاتے اور زبان و بیان کے حوالے سے میری غلطیوں کی نشان دہی کرتے، اسی طرح ریڈیو اور ٹیلیویژن سے خبریں

Marfat.com

سنتے ہوئے غلط تلفظ پر سخت بد مزہ ہوتے اس پر میں ہنستا اور کہتا " اباجی آپ تو اس معاملے میں "اہل زبان" سے بھی زیادہ نازک مزاج ہیں!" کہتے "تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن انسان جو زبان لکھے یا بولے اُسے اس زبان کی بد دعا نہیں لینا چاہیئے۔"

والد ماجدؒ کی ایک بات جس نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ ان کی طبیعت کا فطری انکسار تھا۔ اپنے نام کے ساتھ کبھی "مولانا" نہیں لکھا، چنانچہ اُن کی بیس کے قریب تصنیفات پر صرف "پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی" درج ہے۔ ہمارے خاندان میں گزشتہ ایک ہزار سال سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ مولانا کمال الدین سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ متوفی (۱۰۱۷ھ) ہمارے خاندان میں سے ہیں۔ جن کے مشہور شاگردوں میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ، ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ اور نواب سعد اللہ خان وزیر شاہ جہاں بادشاہ شامل ہیں۔ ان کے بعد بھی ہمارے خاندان کے بزرگوں کا فیض اسی طرح جاری رہا اور بیسیوں اولیائے و صلحائے امت علم کے ان چشموں سے سیراب ہوتے رہے، والد ماجدؒ چاہتے تو پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر سکتے تھے۔ مگر ہزاروں عقیدت مندوں کی خواہش کے باوجود آپؒ نے کسی کو بیعت نہیں کیا اور کہا کہ میں ننگ اسلاف ہوں، اور یوں میں اس بھاری ذمہ داری کا اہل نہیں ہوں۔ طبیعت میں انکسار کا یہ عالم تھا کہ جب قومی تاریخ کا کوئی واقعہ بیان کرتے تو اس میں نمایاں کردار ادا کرنے کے باوجود خود کو اس میں سے نفی کر دیتے۔ ایک دن کہنے لگے کہ مولانا حسرت موہانیؒ میں ایک تضاد بہت دلچسپ تھا، میں نے پوچھا وہ کیا؟ " بولے "ایک طرف تو مولاناؒ سوشلزم کے زبردست حامی تھے اور دوسری طرف جیل میں بھی باقاعدگی سے گیارہویں کا ختم دیتے تھے" میں نے پوچھا "آپ کو کیسے علم ہوا" کہنے لگے" میں اتفاق سے جیل میں ان کے ساتھ رہ چکا ہوں" ۱۹۳۰ء کی تحریک آزادی کشمیر میں والد ماجدؒ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ دو دفعہ کشمیر گئے۔ ایک دفعہ جموں گئے اور جموں سٹیشن سے باہر نکلے تو ایک سب انسپکٹر پولیس نے ان کو جموں میں داخلے پر

Marfat.com

پابندی کا نوٹس دکھا کر شہر میں جانے سے روک دیا اور زبردستی ایک سرکاری گاڑی میں بٹھا کر انھیں سیالکوٹ پہنچا دیا۔ دوسری دفعہ مظفر آباد اور سری نگر گئے تاکہ شیخ عبداللہ، مولانا یوسف شاہ میر واعظ کشمیری اور مظفر آباد کے لیڈر پیر حسام الدین مرحوم اپنے ہمراہ لاہور لائیں تاکہ وہ کشمیر کے مسئلے پر احرار رہنماؤں سے تبادلہ خیال کریں۔ ان میں سے شیخ عبداللہ تو سری نگر میں موجود نہ تھے چنانچہ والد ماجدؒ ان کے قائم مقام بخشی غلام محمد، میر واعظ اور پیر حسام الدین کو کار میں لاہور لے آئے اور ان سے مذاکرات کیے۔ والد ماجدؒ تحریک آزادی کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے حوالے سے صرف یہی کچھ بتاتے تھے، حالانکہ اس کی بنیاد پر عظمتوں کے کتنے ہی محل تعمیر کیے جا سکتے تھے۔

وفات سے تین روز قبل ابا جی نے مجھے اپنے پاس بلایا اور بیٹھ جانے کو کہا.... پھر کہنے لگے کہ بہو کو بھی بلاؤ۔ چنانچہ شہناز بھی میرے برابر میں آکر بیٹھ گئی۔ اس روز والد ماجدؒ کی آواز میں بہت نقاہت تھی۔ کمزور سی آواز میں کہا "میرے بچو! میں تمام عمر کوئی نیک کام نہیں کر سکا۔ میری ساری زندگی گناہوں سے بھری ہوئی ہے۔ مگر اتنا ہے کہ میں نے گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کیا۔ میرے بچو! میں نے تم سے یہ کہنا ہے کہ تم سے اگر زندگی میں گناہ سرزد ہو تو اُسے گناہ سمجھ کر ہی کرنا، اس گناہ کا جواز تلاش نہ کرنا!" پھر کہنے لگے "مجھے ایک بات اور بھی کہنا تھی، مگر وہ میں بھول گیا ہوں!" اور اس کے تین دن بعد وہ گہری نیند سو گئے۔

خود مجھے بھی والد ماجدؒ کے حوالے سے ابھی بہت سی باتیں کہنا تھیں، مگر میں بھول گیا ہوں۔ جتنی باتیں اُن کے حوالے سے میں نے سنائی ہیں، اگر مجھے وہ بھی پوری طرح یاد رہ جائیں تو میرے لیے بہت ہیں، ایک دن ہم سب نے زمین اوڑھ کر سو جانا ہے۔ لیکن یہ نیند پُرسکون ہونی چاہیے۔ میں نے والد ماجدؒ کو بہت میٹھی نیند سوتے دیکھا ہے۔!

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا

Marfat.com

صدرِ پاکستان کا تعزیتی پیغام

○

مکرمی عطاء الحق قاسمی صاحب

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

گزشتہ دنوں آپ کے والدِ ماجد بہاء الحق قاسمیؒ کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کی دل خراش خبر سُنی۔ یہ خبر سُن کر مجھے انتہائی دُکھ ہوا مجھے اُمید ہے کہ میرا تار مل گیا ہوگا، اور بریگیڈیر صدیق سالک نے بھی میری طرف سے اظہارِ افسوس کیا ہوگا لیکن یہ واقعہ اس قدر دِل سوز ہے کہ میں نے مناسب سمجھا کہ ان سطور کے ذریعے ایک بار پھر آپ اور آپ کے اہلِ خاندان سے اپنے جذبات کا اظہار کروں۔

مولانا صاحب مرحوم کا شمار اِس مُلک کے نامور اور مُقتدر عُلماء میں ہوتا تھا اور اُن کی دینی خدمات کا ہر کوئی معترف ہے۔ تمام اہلِ وطن کے دِلوں میں ان کا ایک خاص مُقام ہے اور یہ قوم ان کی قومی اور دینی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ قاسمی صاحب مرحوم کی تمام عمر دینی، علمی اور قومی کاموں کی تکمیل میں گُذری اور وُہ تمام عمر اس جہاد میں سرگرم عمل رہے۔ ان کی اس ناگہانی وفات سے یقیناً ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے

Marfat.com

جس کے لیے ہم سب نوحہ کناں ہیں میری دُعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ سمیت تمام لواحقین اور بہت سے چاہنے والوں اور عقیدت مندوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے ۔ آمین ،

شریکِ غم

محمد ضیاء الحق

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تبصرہ بر تذکرہ سیّد ہاشمی فرید آبادی صاحب مرحوم	۱
۲	حمد و صلوٰۃ اور وجہ تالیف	۱
۳	شجرۂ منقولہ سیّد بہاء الدین نقشبندی	۶
۴	تاریخ اعظمی	۸
۵	تاریخ کبیر کشمیر	۱۰
۶	تصنیفات فوقؔ صاحب مرحوم	۱۱
۷	قلمی کتابیں اور ان کے مصنفین	۱۱
۸	ملّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ	۱۳
۹	اجمالی تعارف	۱۷
۱۰	حضرت مولانا جمال الدینؒ بدؔشاہی	۱۸
۱۱	حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹی	۲۷
۱۲	مولانا سیالکوٹی اور شاہ جمالؒ لاہوری	۳۷
۱۳	قطعات تاریخ وفات مولانا سیالکوٹی	۴۰
۱۴	مولانا ابوالقاسمؒ جمالی	۴۱
۱۵	مولانا قاضی محمد عارفؒ	۴۴
۱۶	مولانا العلّامہ کمال الدینؒ سیالکوٹی	۴۸
۱۷	حکیم دانا مولانا محمد رضاؒ	۶۳

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۸	مولانا قاضی عبدالرحیمؒ	۶۵
۱۹	حضرت شیخ محمدؒ بہائی	۶۶
۲۰	قاسمی خاندان	۶۸
۲۱	شیخ اسماعیلؒ بہائی و برادران ایشاں	۷۲
۲۲	شیخ سعد باباؒ احمد اکدلی	۷۵
۲۳	حضرت شیخ محمد قاسمؒ بہائی	۷۷
۲۴	مولانا ہدایت اللہ قاسمی و مولانا عنایتؒ اللہ قاسمی	۸۰
۲۵	بابا پیر امیرالدینؒ قاسمی و پیر صدیقؒ اللہ قاسمی	۸۰
۲۶	پیر عبدالعزیزؒ قاسمی و پیر عبدالقدوسؒ قاسمی	۸۱
۲۷	مولانا مفتی پیر غلام رسولؒ صاحب قاسمی	۸۲
۲۸	قطعات تاریخ وفات مفتی صاحبؒ موصوف	۹۶
۲۹	مفتی صاحبؒ موصوف کے اساتذہ کرامؒ	۹۷
۳۰	مفتی صاحب موصوف کے تلامذہ واولاد	۱۰۴
۳۱	مولانا پیر احمدؒ اللہ قاسمی و پیر عبدالرحمٰن قاسمی	۱۱۲
۳۲	مولانا مفتی پیر غلام مصطفٰیؒ صاحب قاسمی	۱۱۵
۳۳	مفتی غلام مصطفٰیؒ صاحب قاسمی کے تلامذہ	۱۲۵
۳۴	مولانا پیر غلام محی الدینؒ صاحب قاسمی	۱۴۱
۳۵	قطعاتِ تاریخ وفات مولانا موصوفؒ	۱۴۴
۳۶	مولانا پیر سلام الدینؒ صاحب قاسمی	۱۴۵
۳۷	شجرۂ خاندان قاسمی بطور ضمیمہ	

Marfat.com

مختصر تبصرہ بر تذکرہ طبع اوّل

(از جناب مؤرخِ اسلام سید ہاشمی صاحب فرید آبادی سابق سیکرٹری عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن)

مکرم مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کی یہ نئی تالیف پڑھ کر مسرت نو نصیب ہوئی۔ دس بارہ سال سے موصوف کے اخلاص و تقویٰ، علم و فضل اور خطابت کے مظاہر دیکھے۔ ان کی ذاتی مہر و عنایت سے بہرہ مند ہوتا رہا۔ لیکن ان کے صاحبانِ علم و عرفان بزرگانِ خاندان سے تفصیلی آگہی نہ تھی۔ مولانا کا شکر گزار ہوں کہ ان کے تذکرۂ اسلاف نے یہ آگہی بخشی۔ موصوف نے اس مختصر تالیف سے محض ایک خاندانی فرض ہی ادا نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کی ثقافتی تاریخ میں ایک فصلِ تازہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ جو اُمید ہے خود مؤلف کی ایک مستقل علمی یادگار اور ٹھیک اِس شعر کا مصداق ہوگا کہ ؎

نام نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت یادگار

اِس کتاب کے تاریخی اور سوانحی حالات فراہم کرنے میں بڑی محنت و تلاش سے کام لیا گیا ہے اور اپنے بیان کے حوالے جابجا درج کر دیے گئے ہیں۔ سند کا یہ اہتمام جس کا آغاز و نفاذ علما اسلام نے کیا تھا اب عہدِ جدید کے طریق تحقیق کی خصوصیت سے ہو گیا ہے۔ مولانا کی کتاب اس مذاق تحقیق سے جدید سمجھیے یا قدیم بخوبی ہم آہنگ ہے۔

"تذکرۂ نو" سے مادۂ تاریخ طباعت برآمد ہوتا ہے۔
۱۳۸۱ھ

۱۴ فروری ۱۹۶۲ء سید ہاشمی فرید آبادی
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا اس خدائے یکتا و بے ہمتا کے لیے سزاوار ہے جس نے انسان کے لیے علم و عمل کی راہیں کھولیں اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا جس نے انسانوں کے باہمی تعارف کے لیے ان کے قبیلے اور خاندان بنائے لیکن اپنی بارگاہِ عالی میں عزت اسی کو بخشی جو اس سے ڈرا اور جس نے تقویٰ اختیار کیا اور ہزاروں ہزار درود و سلام اس نبی قریشی و ہاشمی و مطلبی پر ہو جس نے آقا و غلام، کالے اور گورے، حاکم اور محکوم کو ایک سطح پر کھڑا کیا اور نسل و رنگ کا امتیاز مٹایا اور ذات گوت کی بجائے علم و عمل اور خدا ترسی کو معیارِ شرافت ٹھہرایا۔ اس نبی معصوم نے صاف صاف فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری اور کوئی فضیلت سوائے تقویٰ کے نہیں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین وعلماء امتہ والاولیاء والاخیار العارفین۔

وجہ تالیف

مجتبیٰ حکیم محمد موسیٰ صاحب ابن جناب حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی امرتسری مرحوم[۱] و مغفور کے دل میں دو تین سال قبل یہ خیال پیدا ہوا کہ امرتسر کے علماء کرام کے حالاتِ زندگی اور سوانح حیات قلم بند کر کے شائع کیے جائیں تاکہ موجودہ اور آئندہ نسل کے لیے مشعلِ ہدایت

---

[۱] حکیم صاحب مرحوم نیک سرشت بھرنی مشرب اور خدا ترس طبیب تھے۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں امرتسر سے لاہور تشریف لے آئے تھے اور ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں لاہور ہی میں وفات پا گئے۔ غفر اللہ لہ۔

Marfat.com

کا کام دے سکیں۔ اس نیک خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انھوں نے حضرات علماؒ امرت سر کے متعلقین، منتسبین اور اقربا، و تلامذہ سے حالات و کوائف معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

یہ ناکارۂ خلائق اور ننگِ اسلاف بھی چونکہ ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جو علم و عمل کا گہوارہ رہا ہے اس لیے حکیم محمد موسیٰ صاحب سلمہ، نے میری طرف بھی رجوع کیا اور مجھے میرے خاندان کے اُن علماء کے حالات پر روشنی ڈالنے کو کہا جن کی زندگی امرت سر میں گزری، چنانچہ میں نے اپنی معلومات کی حد تک اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے عمِ بزرگوار اور اُستاد مکرّم حضرت علامہ مولانا مفتی پیر غلام رسُول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات غیر مرتّب صورت میں لکھ کر حکیم صاحب کو دے دیئے، جن کو انھوں نے ایک مرتب مضمون کی شکل میں ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی کی اشاعت ماہ مارچ ۱۹۶۰ء اور ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع کرا دیا۔[۱]

حکیم صاحب کی اس مخلصانہ اور بے غرضانہ جدوجہد نے میرے دل میں اپنے اُن جدّی بزرگوں کے حالاتِ زندگی قلم بند کرنے کی ترغیب و تحریک بھی پیدا کر دی، جو کشمیر جنّتِ نظیر میں مدفون ہیں اور جن کے شان دار علمی اور عملی کارناموں

---

[۱] بمبئی (انڈیا) سے ایک مقتدر ادبی مجلہ "نوائے ادب" کے نام سے شائع ہوتا ہے جس میں اہم مضامین اور مقتدر شخصیتوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر عالی جعفری صاحب نے ان دونوں مضمونوں کی روشنی میں حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسُول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ کا تعارف ماہِ جولائی ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں اور حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمیؒ کا تعارف ماہِ جنوری ۱۹۶۲ء کے پرچہ میں کرایا ہے۔

Marfat.com

کا تذکرہ نہ صرف ہمارے خاندان کے لیے دلیلِ راہ کا کام دے سکتا ہے بلکہ دوسرے مسلمانوں میں بھی حسنِ عمل کا جذبہ اور زندگی میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بن سکتا ہے۔ وما ذلك على الله بعزیز۔ اسی نقطۂ نظر سے میں نے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا۔

مجھے اس سلسلہ میں اُن کتابوں کی تلاش ہوئی جن میں کشمیر کے علماء و صلحاء رحمہم اللہ کے حالات و سوانح درج ہیں۔ اس کوشش کے نتیجہ میں چند مطبوعہ کتابیں مل تو گئیں لیکن وہ میرے موضوع کی تشنگی دُور کرنے کے لیے کافی ثابت نہ ہوئیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگانِ کشمیر کے تفصیلی حالات پر مشتمل بیشتر کتابوں کا حصہ قلمی اور غیر مطبوع ہے اور یہ کتابیں تقریباً سب مقبوضہ کشمیر میں موجود ہیں اور ان کتابوں سے براہِ راست استفادہ موجودہ سیاسی حالات میں بے حد دشوار ہے۔ اس دشواری کے علاوہ بقول منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم ایک المناک صورتِ حال یہ بھی ہے کہ :-

> "کشمیر کی جتنی فارسی، کشمیری یا سنسکرت کی تاریخیں اور دیگر علوم و فنون کی کتابیں ہیں۔ اہلِ کشمیر کی تنگدلی اور جہالت کی وجہ سے ہنوز پردۂ گمنامی میں ہیں بلکہ اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔ کچھ انگریز اور جرمن سیاح خرید کر لے گئے ہیں[1]۔ اور کچھ مالکانِ کتب کی نا اہلیت کی وجہ سے کیڑوں کی نذر ہو چکی ہیں۔" (کتاب شبابِ کشمیر صفحہ ۰۷)

---

[1] جو قلمی کتابیں غیر ملکی سیاح کشمیر سے خرید کر لے گئے ہیں، معلوم نہیں ان میں سے کون کون سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ کے ایک رسالہ "فتوتیہ" کی نسبت ایک مضمون اتفاقاً نظر سے گذرا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

محترم مولانا عبدالکبیر صاحب پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم حضرت بل سرینگر کشمیر نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں جو گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا اور جو میرے پاس ۲۲ر اپریل ۱۹۶۳ء کو موصول ہوا تھا۔ اس میں آپ نے بھی اس تلخ حقیقت کا حسب ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا ہے :-

"یہاں اب قلمی کتابیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اکثر مالکانِ کتب جاہل ہیں۔ ان کتابوں سے نہ خود استفادہ کر سکتے ہیں، نہ کسی کو ان سے مستفید ہونے دیتے ہیں۔"

ان مشکلات و موانع کے ہوتے ہوئے بندگانِ کشمیر کے تفصیلی حالات کا فراہم کرنا جس قدر دشوار ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ تاہم میں نے وادیٔ کشمیر کے بعض ایسے حضرات کے نام خطوط

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) جس سے معلوم ہوا کہ وہ چھپ گیا ہے۔ چنانچہ ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ (بھارت) بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۹۷ میں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ایم۔ اے نے لکھا ہے :-

"اس رسالہ کا ایک نادر مخطوطہ محررہ ۵ جمادی الثانی ۹۹۸ھ "پیرس یونیورسٹی" کے ایک مستشرق پروفیسر ماریَن موِلے نے ایڈیٹ کیا تھا۔ جو ۱۹۶۱ء میں استنبول میں شائع ہوا۔ پروفیسر موصوف نے مطبوعہ رسالہ کا ایک نسخہ ازراہِ کرم راقم کو بھی بھیجا تھا۔ جس کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ مصنفؒ کے اجمالی حالات کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ مصنفؒ کے حالاتِ زندگی کے لیے دو کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ "جنۃ الدنیا" مؤلفہ مفتی محمد شاہ صاحب سعادت سرینگر مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ اور "التبشیر فی حالات الامیر الکبیر" مؤلفہ مفتی محمد شاہ سعادت مطبوعہ سرینگر ۱۳۵۵ھ۔ نورالدین جعفر بدخشیؒ کی تالیف "خلاصۃ المناقب" نہایت مستند ہے مگر وہ دستیاب نہیں ہو سکی۔"

Marfat.com

ارسال کیے جن سے مجھے اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں تاریخی قلمی امداد ملنے کی توقع ہوسکتی تھی۔ ان میں سے ایک صاحب کے وفات پا جانے کی اطلاع ملی۔ دوسرے صاحب کی نسبت معلوم نہ ہوسکا کہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہوچکے ہیں۔ تیسرے صاحب نے وعدۂ امداد کے باوجود خاموشی اختیار کرلی۔ البتہ مکرمی مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف نے باوجود بڑھاپے اور امراض میں مبتلا ہونے کے اور باوجود اُس مانع کے جس کا شکوہ فوقؔ صاحب مرحوم اور مولانا موصوف کو اکثر مالکانِ کتب سے ہے۔ سرینگر کے متعدد کتب خانوں میں جاکر کتابوں کی پڑتال کی اور گراں قدر تاریخی مواد جمع کرکے میرے نام ارسال فرمایا۔ اس کتاب میں جس قدر تاریخی قلمی کتابوں کے حوالے اور عبارات مندرج ہیں وہ سب مولانا موصوف ہی کے ارسال فرمودہ ہیں جس کے لیے میں مولانائے ممدوح کا ممنون ہوں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے بھی مطبوعہ کتابوں کے حوالے اور اکابر مشاہیر کی تواریخِ وفات دریافت کرنے اور بعض مطبوعہ کتابوں کی عبارتیں نقل کرنے میں خاص شغف کا ثبوت دیا اور یوں انھوں نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔ میں حکیم صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ان تمام کوششوں کے باوجود میں محسوس کرتا ہوں اور قارئین کرام بھی محسوس فرمائیں گے کہ ابھی یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے تشنۂ تکمیل ہے لیکن مذکورۂ بالا مجبوریوں کی بناء پر میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ کے مطابق قلمی اور مطبوعہ کتابوں سے جس قدر معلومات میسر آئی ہیں انہی کو شائع کردینے پر قناعت کروں۔

میں نے اس کتاب میں صرف اپنے ہی خاندانی بزرگوں کے حالات نہیں لکھے ہیں بلکہ ان میں سے بعض حضرات کے اساتذہ، مشائخ اور تلامذہ کا مختصر تذکرہ بھی

Marfat.com

درج کر دیا ہے اور جس جس بزرگ کا سنِ وفات معلوم ہو سکا اُسے بھی لکھ دیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب بحمد اللہ بہت سے مختلف الانساب بزرگوں کی مختصر تاریخ بن گئی ہے۔

مآخذ

اِس کتاب کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں سب سے زیادہ بنیادی اِمداد قلمی شجرہ سے اُور "تاریخِ اعظمی" اُور "تاریخِ کبیر کشمیر" اور منشی محمد الدین صاحب فوقؔ مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار "کشمیری" لاہور کی تصنیفات سے ملی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اصل موضوع سے پہلے ان کتابوں کے باہمّت مصنفوں اور قلمی شجرہ کے ناقل کا مختصر تعارف بھی کرا دوں۔

شجرہ منقولہ سیّد بہاء الدین نقشبندی مرحوم

آج سے تخمیناً چالیس برس پہلے سیّد صاحب موصوف مرحوم نے والدی المحترم رحمہ اللہ کے نام قاسمی خاندان کا وہ شجرہ جو اس کتاب کے ساتھ منسلک ہے۔ کتاب "جوامع اشجار الانساب" سے نقل کر کے کشمیر سے بھیجا تھا جو ۱۹۴۷ء کے زمانۂ انقلاب میں میرے بکس میں موجود تھا اور جسے امرت سر سے نکلنے کے وقت میں ہمراہ لے آیا تھا اور جو اس وقت تک میرے پاس موجود ہے۔

اس شجرہ کے آخر میں سیّد صاحب کے نام کے ساتھ "لادی لروی" کے جو الفاظ لکھے ہوئے ہیں اُن کے متعلق میرے اس استصواب پر کہ :-

"سیّد صاحب کہاں کے رہنے والے تھے اور "لادی لروی" کے الفاظ کس مقام کی نسبت سے ہیں"

مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف دام مجدہٗ نے تحریر فرمایا کہ :-

"آج سے تقریباً ۳۰ - ۳۵ سال پہلے ایک صاحب سیّد بہاء الدین نقشبندی

Marfat.com

نامی علاقہ "لار" کے ایک گاؤں "بارہ ولی" میں سکونت پذیر تھے کہا گیا ہے
کہ یہ شجرہ انہیں کا نقل کردہ ہے۔ گاؤں اور علاقہ کی نسبت سے انہوں نے
اپنے نام کے ساتھ "لاری بارہ ولی" لکھا ہوگا جو بگڑ کر کتابت سے "لادی لروی"
میں تبدیل ہوگیا۔"

سید صاحب مرحوم نے اس شجرہ میں حضرت مولانا جمال الدینؒ ٹڈشاہی سے لے کر ان تمام افرادِ خاندانِ قاسمی کے نام درج کیے ہیں جو شجرہ نقل کرنے کے زمانہ تک ان کو معلوم ہو سکے۔ اسی طرح ملا محمد عاصم صاحبؒ کی اولاد میں سے مولوی محمد جلال الدین صاحب واعظ مرحوم اور ان کی اولادِ ذرینہ اور ان کے دوسرے جدی اقربا کے ۲۱ نام اور حضرت شیخ محمد سعید صاحبؒ بھائی کی اولاد میں سے محمد شفیع صاحب بھائی، محمد رفیع صاحب بھائی، محمد صدیق صاحب بھائی اور محمد صادق صاحب بھائی تک بارہ افراد کے نام بھی درج کیے ہیں (مولانا ٹڈشاہی کی اولاد کے ان دونوں سلسلوں کو کتاب ہذا کے ساتھ منسلکہ شجرہ میں بنظرِ اختصار نقل نہیں کیا گیا) میں نے ان افراد کے ناموں کا اعلان کر دیا ہے جو شجرہ کی وصولی کے بعد سے اب تک پیدا ہوئے۔

میں نے اس شجرہ کو تاریخی کتابوں کے ساتھ کہیں بھی مختلف اور متضاد نہیں پایا۔ بلکہ پیرزادہ غلام الدین قاضی ابنِ مولوی جلال الدین صاحب واعظ مرحوم (متوفی ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ) (موضع سورہ متصل سری نگر کشمیر) نے ایک خط (موصولہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء) کے ذریعہ اس شجرہ کو درست قرار دیا ہے۔

علاوہ بر آں مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف مدظلہ نے ایک گرامی نامہ مرقومہ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۱ء میں تحریر فرمایا:۔

"خواجہ گل پیر صاحب نقشبندی کے پرائیویٹ کتب خانہ میں جو آج کل سٹوڈین

Marfat.com

کشمیر کی تحویل میں ہے۔ ایک موجود مخطوطہ شجرہ نما کتاب "سلسلۃ الانساب" سے
اس شجرہ کی تصدیق ہوتی ہے"۔

اس لیے اس شجرہ کے قابلِ وثوق ہونے میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

البتہ سید صاحب مرحوم سے خانہ پُری کے وقت ایک مقام پر سہو ہوگیا ہے یعنی آپ نے مولانا قاضی محمد عارف صاحبؒ کو مولانا ابوالقاسم صاحب جمالی کے بجائے ان کے بھائی ملّا محمد عاصم صاحبؒ کا فرزند ظاہر کیا ہے (شجرۂ منسلکہ کتاب ہذا میں اس غلطی کی تصحیح کردی گئی ہے) اور یہ علم کی غلطی نہیں بلکہ قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے لکھنے والوں سے اس قسم کی لغزشوں کا ہونا موجبِ استبعاد ہے نہ باعثِ حیرت۔

تاریخِ اعظمی

یہ کتاب ۱۱۴۸ھ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مصنف کشمیر کے ایک مقتدر اور ذو وجاہت خاندان کے صاحبِ علم فرد خواجہ محمد اعظم صاحبؒ دیدہ مری ہیں۔ آپ نہایت ذہین صاحبِ قلم تھے۔ ان کی ذہانت اور حاضر دماغی کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جسے مولانا العلامہ ہدایت اللہ صاحب متوکشمیریؒ (متوفی ۱۲۰۶ھ) نے جو اپنے زمانہ میں کشمیر کے مفتی اعظم تھے اپنی کتاب "تکملۃ التواریخ" میں نقل کیا ہے کہ خواجہ صاحب مرحوم مدّتِ مدید سے ضعفِ گردہ کے مریض تھے۔ جب آپ پر عالمِ نزع طاری ہوا تو اس وقت ایک شخص آپ کی عیادت کے لیے آیا۔ اس نے طبیب سے جو اس وقت خواجہ صاحب کے پاس بیٹھا تھا پوچھا کہ خواجہ صاحب کو کیا تکلیف ہے؟ طبیب نے کہا، ضعفِ گردہ۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسی سے میری تاریخ وفات نکلتی ہے اور فرمایا ؎

اگر پرسند اعظم از چہ مُردہ؟
بگو سالِ وصالش ضعفِ گردہ
۱۱۷۹ھ

Marfat.com

تاریخِ اعظمی کا اُردو ترجمہ منشی اشرف علی صاحب ۱۸۴۶ء میں دہلی سے شائع کیا تھا مسٹر نیول نے اس کا خلاصہ لکھا تھا۔"جو کشمیر میں اسلامی تاریخ" کے عنوان سے رسالہ "بنگال ایشیاٹک سوسائٹی" (جلد ۱۵ صفحہ ۴۰۶ تا صفحہ ۴۴۱) میں شائع ہوا تھا۔ پروفیسر ولسن نے اس کتاب کے متعلق ایک محققانہ مضمون تحقیقاتِ ایشیا" جلد ۱۵ صفحہ ۲ تا صفحہ ۱۵) میں شائع کرایا تھا۔(منقول از "مورخینِ ہند" صفحہ ۸۴ مؤلفہ حکیم شمس اللہ صاحب قادری مرحوم ماہرِ آثارِ قدیمہ حیدرآباد دکن مطبوعہ ۱۹۳۳ء)

اس کے بعد ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم تاجرِ کتب لاہور نے تاریخِ اعظمی کو اس کی اصل زبان فارسی میں شائع کیا۔ مولوی صاحب مرحوم کتاب مذکور کے اختتام پر فارسی میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

"میں نے ایک پرانا قلمی نسخہ عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، جامعِ معقول ومنقول، مولانا غلام رسولؒ (قاسمی امرتسری) سے اور دوسرا نسخہ خواجہ غلام محی الدین صاحب مُھرکن (مرحوم) سے حاصل کیا لیکن دونوں نسخوں میں غلطیاں موجود تھیں۔اس لیے متعدد تاریخی کتابوں کی روشنی میں غلطیوں کی تصحیح کے بعد اس کو طبع کیا گیا۔

پھر یہ کتاب دوسری مرتبہ اصل زبان میں ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں خواجہ غلام محمد وخواجہ نور محمد تاجرانِ کتب سری نگر کشمیر کے اہتمام سے لاہور میں طبع ہوئی۔ اس کی تصحیح کا کام مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم مورخ کشمیر (متوفی ۶ صفر ۱۳۶۹ھ) کے سپرد ہوا۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب مرحوم کے لکھے ہوئے ایک فارسی نوٹ کا مفہوم یہ ہے کہ :-

"مولوی فقیر اللہ مرحوم کی شائع کردہ تاریخِ اعظمی نا تمام تھی۔کئی بزرگوں اور حکامِ کشمیر کے تذکرے درج ہونے سے رہ گئے تھے اور بہت سی غلطیاں بھی

Marfat.com

باقی نہیں۔ اس لیے میں نے کتاب مذکور کے متعدد قلمی نسخوں کی روشنی میں غلطیوں کی تصحیح بھی کر دی، اور متروک تذکروں کا آخرِ کتاب میں اضافہ بھی کر دیا اور بعض مقامات پر حواشی بھی لکھ دیئے۔"

راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے پیشِ نظر "تذکرۂ اسلاف" کی ترتیب کے وقت تاریخِ اعظمی کا یہی آخری ایڈیشن رہا۔

امرت سر کے سابق رئیس اعظم خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۶ء) خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم ہی کی اولاد سے تھے۔ اس خاندان کے افراد پاکستان میں آباد ہیں اور با وجاہت زندگی بسر کر رہے ہیں۔

"تاریخ کبیر کشمیر"

یہ کتاب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین مرحوم (محلہ سرائے بل سرینگر) کی تصنیف ہے جس کا دوسرا نام تحائف الابرار بھی ہے۔ اس کی تصنیف کا کام ۱۳۱۰ھ سے شروع ہو کر ۱۳۲۱ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ تکمیل و اختتام کی تاریخ "تحفۃ الابرار" (۱۳۲۱ھ) سے نکلتی ہے۔ اس کو خود مصنف مرحوم نے ۱۳۲۳ھ میں بڑی تقطیع پر خوب صورت کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس کتاب کا ایک دل کش قلمی نسخہ راقم الحروف کے پاس امرت سر میں موجود تھا جو ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے دوران وہیں رہ گیا۔ اس وقت کتاب مذکور کا مطبوعہ نسخہ میرے سامنے ہے جو حضرت پیر عبد الغفار شاہ صاحب کشمیری ثم لاہوری کے کتب خانہ سے مستعار لیا گیا ہے۔ اب یہ کتاب ناپید ہو رہی ہے۔

اس کتاب کے آخر میں کشمیر کے سربرآوردہ علمائے کرام مثلاً مولانا مفتی شریف الدین، مولانا رسول شاہ میر واعظ کشمیر (مولانا محمد یوسف شاہ میر واعظ کشمیر مقیم راولپنڈی کے والد ماجد) مولانا مفتی ضیاء الدین، مولانا میر کمال الدین اندرابی، مولانا مفتی غلام محمد

Marfat.com

جامعی وغیرہم من العلماء اور مشائخ طریقت اور نامی گرامی شعرائے نے منثور و منظوم تقریظیں لکھی ہیں اور اس کتاب کو مستند اور قابلِ اعتماد قرار دیا ہے (کتاب مذکور از صفحہ ۳۶۵ تا صفحہ ۳۶۹)

مصنّفِ کتاب مولوی حاجی محی الدین صاحب مرحوم و مغفور کی وفات ۱۹۲۱ء میں واقع ہوئی (''ملک العلماء'' صفحہ ۳ مولفہ فوقؔ صاحب مرحوم)

تصنیفاتِ فوقؔ صاحب مرحوم

مشہور اہلِ قلم منشی محمد الدین صاحب فوقؔ لاہوری مرحوم نے اپنے ہفتہ وار جریدہ ''کشمیری'' اور اپنی تصانیف کے ذریعہ کشمیر اور کشمیریوں کی جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں ان کی بنا پر اگر ان کو ''محسنِ کشامرہ'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کی خدمات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے فقط اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مشہور فلسفی شاعر علامہ اقبالؔ مرحوم (متوفی ۲۱ راپریل ۱۹۳۸ء) نے بھی فوقؔ صاحب کی تحقیقات و نگارشات کی بنا پر ان کو خراجِ تحسین ادا کیا تھا۔ ''ملک العلماء'' کا تمہیدی صفحہ)

فوقؔ صاحب مرحوم نے ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں انتقال فرمایا۔

قلمی کتابیں

مذکورہ بالا مطبوعہ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی مطبوعہ کتابوں سے میں نے براہِ راست استفادہ کیا ہے۔ قارئینِ کرام کو ان کتابوں کے نام زیرِ مطالعہ کتاب کے مختلف مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے۔ البتہ میں قلمی کتابوں کے مطالعہ سے محروم رہا۔ کیونکہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، میرے موضوع سے متعلق قلمی کتابیں مقبوضہ کشمیر میں موجود ہیں اور ان سے براہِ راست استفادہ میری دسترس سے باہر تھا۔ اس کمی کو میرے دیوبند کے زمانۂ طالب علمی کے پرانے ساتھی اور مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرت سر کے سلسلہ میں میرے رفیقِ کار[1] مولانا مولوی عبدالکبیر صاحب مدظلہ،

[1] انجمن نصرۃ الحق حنفیہ امرت سر کے ناظمِ اعلیٰ خواجہ غلام محی الدین صاحب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم حضرت بل سری نگر کشمیر نے پورا فرما دیا۔ "تذکرۃ الاسلاف" میں جس قدر قلمی کتابوں کی عبارات اور حوالے درج ہیں وہ بتمامہا مولانا ہی کے ارسال کردہ ہیں۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مولانا نے جن قلمی کتابوں کی عبارات نقل کرکے بھیجی ہیں ان کے اور ان کے مصنفین کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ "نظام الوقائع" مولفہ شیخ نظام الدینؒ صاحب شاہ آبادی (فارسی)

۲۔ "تاریخ حسن" مولفہ پیر حسن شاہ صاحب مرحوم کھوئی حامی (متوفی ۱۳۱۶ھ) (فارسی)

۳۔ تذکرہ حضرت بابا داؤد مشکواتیؒ (فارسی)

۴۔ تذکرہ خواجہ محمد امین (فارسی)

۵۔ تذکرہ قاضی عبدالکریم (فارسی)

۶۔ "زنجیر التواریخ" خواجہ ملا عبدالغنی نزالی (فارسی)

۷۔ "ذکر الصالحین" علامہ صدیق اللہ حاجنی سنواری (فارسی)

۸۔ "ذکر مشائخ وعلماء ربانیین" شیخ احمد ترالی (فارسی)

۹۔ "تاریخ باغ سلیمانی" میر سعد اللہ شاہ آبادی (فارسی)

۱۰۔ "تاریخ ہادی" اخوند ملا احمد بن الصبور (فارسی)

۱۱۔ "تاریخ وقائع کشمیر" (فارسی) پیر غلام احمد شاہ کبری (نوپورہ شاہ آباد)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ایڈووکیٹ مرحوم ومغفور تھے اور نائب ناظم راقم الحروف تھا، اور مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف صدر مدرس اور حضرت عم مکرم مولانا پیر سلام الدین صاحبؒ قاسمی مہتمم مدرسہ تھے (قاسمی)

Marfat.com

اولاد مولانا پیر غلام محی الدین صاحب رح قاسمی

پیرزادہ محمد ابراہیم صاحب قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۸۹۰ء) — پیرزادہ محمد یوسف صاحب قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۸۹۹ء)

پیرزادہ محمد عزیز قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۹۲۹ء) — پیرزادہ محمد ادریس قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۹۳۷ء) — پیرزادہ عطاء الرحمٰن قاسمی سلمہٗ (متولد ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

...ب رح قاسمی

...قاسمی عفی عنہٗ

(...۱۹۰۰ء)

پیرزادہ عطاء الحق قاسمی سلمہٗ (متولد یکم فروری ۱۹۴۳ء)

پیرزادہ محمد یاسر قاسمی (متولد ۲۴ فروری ۱۹۷۴ء) — پیرزادہ محمد عمر قاسمی (متولد ۴ جنوری ۱۹۷۰ء) — پیرزادہ محمد علی عثمان قاسمی (متولد ۲ اگست ۱۹۸۰ء)

اولاد پیرزادہ محمد ہادی صاحب قاسمی

پیرزادہ عقیل احمد قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۸ دسمبر ۱۹۴۵ء) — پیرزادہ شکیل احمد قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۸ دسمبر ۱۹۴۵ء)

(دونوں بھائی جڑواں پیدا ہوئے)

...ی

...قاسمی سلمہٗ (۱۹۲...ء)

پیرزادہ محمود الحسن قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۳۲۶ھ ۱۹۲۸ء)

پیرزادہ عارف محمود قاسمی سلمہٗ (متولد ۸ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ / اگست ۱۹۵۴ء)

پیرزادہ عاصم محمود قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۰ جولائی ۱۹۵۹ء)

...العارفین قاسمی سلمہٗ (... اگست ۱۹۵۷ء)

...تھے۔ مدفون سرہنگر۔ نسخہ قلمی شجرہ میں آپ کی اولاد و احفاد کے ۳ نام درج ہیں جن میں سے بعض اب بھی سرہنگر
...میں آپ کے اسم گرامی کے ساتھ یہ الفاظ درج ہیں "... تعلیم یافتہ بکار افسر نقیب محمد بہادر و ... بجائی ایست"
...حال معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں آباد تھے اور ان کی اولاد میں سے اب کون زندہ ہے۔

(محمد بہاء الحق قاسمی غفر اللہ عنہٗ، ... ستمبر ۱۹۶...ء)

Marfat.com

اولاد مفتی پیر غلام مصطفٰے صا

پیرزادہ احمد حسین صاحب قاسمی مرحوم (مدفون امرتسر ۱۹۴۹ء)
پیرزادہ محمود بہار (متولد محرم ۱۳۱۰)

پیرزادہ مصطفٰے حسن قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۹۳۲ء)
پیرزادہ محمد ضیاء الحق قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۷ مئی ۱۹۳۷ء)

پیرزادہ ظفر الحق قاسمی متولد ۲۰ مارچ ۱۹۶۵ء
پیرزادہ فہیم الحق قاسمی متولد ۱۹ ستمبر ۱۹۷۰
پیرزادہ سفیر الحق قاسمی متولد ۳ ستمبر ۱۹۰۰

حضرت شیخ محمد رح بہائی موصوف

حضرت شیخ بابا حسن بہائی (مدفون اندرون قلعہ شاہی دامن کوہ کشمیر)
حضرت شیخ عنایت اللہ بہائی (مدفون باغبانپورہ کشمیر)
حضرت شیخ محمد اسمٰعیل بہائی (مدفون احمد اکدل سرینگر)
بہائی (مدفون سرینگر)

حضرت شیخ محمد سعید رح بہائی عرف سعد بابا ئے احمد اکدل

اولاد پیرزادہ محمد زبیر

پیرزادہ ضیاء الحق قاسمی سلمہٗ (متولد رمضان ۱۳۳۹ھ ۲۱ مئی ۱۹۲۰ء)
پیرزادہ مسعود (متولد ۱۱ ...)

پیرزادہ زاہد عظیم قاسمی سلمہٗ (متولد ۱ نومبر ۱۹...)
پیرزادہ شاہد عظیم قاسمی سلمہٗ (متولد ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ)
پیرزادہ عابد عظیم قاسمی (متولد ۱ ربیع الاول ۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

پیرزادہ وسیم قاسمی سلمہٗ (متولد ۲۷ رمضان ۱۳۷۲ھ ۱۰ جون ۱۹۵۰ء)
پیرزادہ ... (متولد

مولانا پیر صدیق اللہ قاسمی (مدفون امرتسر ۱۲۸۰ھ)

مولانا العلامہ مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی (مدفون امرتسر ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۳ء)
مولانا پیر احمد اللہ قاسمی (مدفون امرتسر ۱۳۰۴ھ)
پیر عبد الرحمٰن صاحب قاسمی (مدفون امرتسر ۱۳۰۲ھ)

پیرزادہ محمد ہادی صاحب قاسمی سلمہٗ (متولد ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ)
پیرزادہ محمد زبیر صاحب قاسمی سلمہٗ (متولد جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ)
مولانا پیر سلام الدین صاحب قاسمی (مدفون لاہور ۱۹۴۸ء)
... قاسمی ... ھ)

(بقیہ دوسری طرف)
(بقیہ دوسری طرف)

۱۔ آپ مضافات آگرہ (ہندوستان) سے تشریف لائے تھے ۲۔ آپ سرینگر میں مدفون ہیں ۳۔ آپ لاہور میں مدفون ہیں ۴۔ آپ عہد شاہجہانی میں کشمیر کے
تاریخ اعظمی صفحہ ۲۸۴ میں ہے۔ آپ محلہ جمال الدین سرینگر میں مدفون ہیں۔ ۵۔ آپ شاہجہانی حکومت کی طرف سے ایران کے سفیر تھے۔ مدفون کشمیر ۹ تھ
محمد اکدل کی اولاد و احفاد کے بارہ افراد قلمی شجرہ میں دکھائے گئے ہیں۔ بلکہ ان کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔ ہر نام کے ساتھ "بہائی" لکھا ہے:

Marfat.com

۱۲۔ "تاریخ کشمیر" ملک حیدر چاروڑہ (فارسی)

۱۳۔ "تذکرۃ الکاملین" مفتی محمد شاہ سعادت (فارسی)

۱۴۔ مقدمہ "تاریخ حسن" (اردو) صاحبزادہ حسن شاہ سابق انچارج ریسرچ ریاست کشمیر۔

۱۵۔ "لباب التواریخ" "ملّا بہاء الدین" نادی ہل" علاقہ بانڈی پورہ۔

۱۶۔ "فتحات کبرویہ" شیخ عبدالوہاب نوری گنائی (متوفی ۱۸۶ ھ)

جناب مولانا عبدالکبیر صاحب موصوف نے جن مذکورہ بالا قلمی کتابوں سے استفادہ فرمایا ہے وہ سری نگر کشمیر کے حسب ذیل کتب خانوں میں موجود ہیں :۔

۱۔ کتب خانہ خواجہ گل پیر صاحب نقشبندی۔

۲۔ کتب خانہ مفتی محمد شاہ صاحب سعادت

۳۔ کتب خانہ پیرزادہ غلام احمد صاحب مہجور

۴۔ کتب خانہ پیر عبدالعزیز صاحب

۵۔ کتب خانہ پیر شہاب الدین صاحب

۶۔ پرتاپ لائبریری

۷۔ کتب خانہ پنڈت آنند کول

مُلّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ

قارئین کرام کو زیر مطالعہ کتاب میں کئی ناموں کے ساتھ مُلّا، بابا، پیرزادہ اور شاہ کے الفاظ ملیں گے اس کے متعلق گذارش ہے کہ :۔

۱۔ متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کے آنے سے پہلے اور اُن کے آنے کے کچھ عرصہ

Marfat.com

بعد تک "ملا" کا لفظ نہایت اونچے درجے کا علمی لقب تھا نہ صرف ہندوستان میں بلکہ افغانستان و ایران وغیرہ ممالک میں بھی بلند پایہ عالموں فاضلوں کو "ملا" کہا جاتا تھا مثلاً اہل سنت میں ملا علی قاریؒ، ملا عبد الحکیمؒ اور شیعوں میں ملا باقر مجلسی اور ملا نور اللہ شوستری (وغیرہم)

اس زمانہ میں "ملا" کی قدر یہ تھی کہ شاہ جہاں بادشاہ نے حضرت ملا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ (متوفی ۱۰۶۰ھ) کے برابر دو مرتبہ سونا تول کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور بہت کچھ جاگیر و عطیات پیش کیے "علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اول صفحہ ۲۹۵)

لیکن اسلام دشمن انگریز اور اس کے چیلے چانٹوں نے علماء کی تحقیر و تنقیص کے سلسلے میں جو حربے اختیار کیے ان میں سے ایک حربہ یہ بھی تھا کہ ہر ڈاڑھی والے کو خواہ وہ جاہل و بے علم ہی کیوں نہ ہو اور ہر دو رکعت کے امام کو خواہ اس کا علم "پکی روٹی"[1] تک ہی محدود کیوں نہ ہو "ملا" کہا جانے لگا اور اب "ملا" کا لفظ بطور تحقیر استعمال ہو رہا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁

(۲) "بابا" اور "شاہ" کے لفظوں کی حقیقت بقول فوق صاحب مرحوم یہ ہے کہ :۔

"بابا" یا "شاہ" کشمیر میں کسی خاص قبیلہ کا نام نہ تھا بلکہ یہ عرف عام تھا جو اعمال و افعال پر موقوف سمجھا جاتا تھا۔ اعمال صالحہ اور افعال شائستہ ہوتے تو "بابا" اور بعض لوگ "شاہ" کہلاتے تھے بلکہ ان کی اولاد بھی اسی لقب سے پکاری جاتی تھی۔ کشمیر کی تاریخ میں اکثر مشائخ و سادات کے ناموں کے ساتھ "بابا" کا لفظ درج ہے جو ان کی بندگی پر دلالت کرتا ہے جیسے بابا مسعودؒ نروری (وغیرہ)

حضرت مخدوم شیخ علی ہجویریؒ عرف داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ :۔

---

[1] پنجابی زبان کے ایک کتابچہ کا نام ہے۔

Marfat.com

"بابا شیخ کلاں را می گویند" بڑی عمر کے بزرگ کو بھی "بابا" کہتے ہیں اور شیخ الشیوخ کو بھی"۔ (تاریخ اقوام کشمیر جلد اوّل صفحہ ۳۴۷، ۳۴۹)

اسی طرح :-

(۳) "پیر اور پیرزادہ کسی خاص فرقہ یا قوم کا نام نہ تھا بلکہ اگر سید ہے اور اس کے کچھ مرید ہیں تو وہ بھی پیر ہے۔ دیگر اقوام کے لوگ شیخ یا مغل کوئی بھی ہوں وہ بھی اگر عقیدت مندوں کی کچھ جماعت رکھتا ہے تو وہ بھی پیر کہلاتا ہے گو یا فرقہ پیران یا پیرزادگاں میں سبھی لوگ شامل ہیں"

(کتاب مذکور صفحہ ۳۴۵/۳۴۷)

"لفظ شیخ کی حقیقت حضرت مولانا جمال الدین صاحب ٹڈشاہی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے :-

ان تمہیدی گذارشات کے بعد اب اصل مقصد کا بیان شروع ہوتا ہے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کوئی تاریخی یا واقعاتی غلطی پائیں تو براہ کرم اس سے راقم الحروف کو مطلع فرمائیں تاکہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو دوسری مرتبہ طبع کرانے کی مہلت و توفیق عطا فرمائی تو غلطی کی تصحیح کی جاسکے۔

(پیرزادہ) محمد بہار الحق قاسمی امرتسری

خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور

مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۶۴ء

Marfat.com

Marfat.com

اجمالی تعارف

"تذکرۂ اسلاف" کا اصل مقصد "قاسمی خاندان" اور اُس کے بزرگوں کا تعارف ہے۔ (گو اس کے ضمن میں کسی مناسبت سے دوسرے خاندانوں کے بزرگوں کا ذکر بھی آ گیا ہے) اس سلسلہ میں پہلے اس خاندان کا اجمالی تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد اس کی وضاحت و تفصیل عرض کی جائے گی وَبِیَدِہٖ التَّوفِیق۔

راقم الحروف محمد بہاء الحق قاسمی عفا اللہ عنہٗ کے نسب میں ساتویں پشت پر ایک بزرگ شیخ محمد قاسمؒ بہائی[2] سرینگر کشمیر میں بارہویں صدی ہجری کے وسط یا آخر میں گذرے ہیں۔ ان کی اولاد "قاسمی" کہلاتی ہے۔ حضرت شیخ موصوفؒ حضرت شیخ اسمٰعیل بہائی احمد اکدلی[1] کے صاحبزادہ تھے اور حضرت شیخ اسماعیلؒ بہائی، حضرت مُلّا شیخ محمدؒ بہائی (متوفی ۱۱۲۵ھ) کے فرزند تھے۔ حضرت شیخ محمدؒ بہائی[2] چار واسطوں سے۔

---

[1] احمد اکدل سری نگر کے ایک محلہ کا نام ہے۔ "کدل" اصل میں کشمیری زبان میں پل کو کہتے ہیں۔

[2] "بہائی" کی وجہ تسمیہ آگے چل کر بیان ہو گی۔ اس موقع پر یہ عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ تا کہ کوئی سادہ لوح شخص غلط فہمی کا شکار ہو کر حضرت شیخ محمد اور اس کی اولاد کو ایران کے مشہور مرتد بہاء اللہ بہائی کی طرف منسوب نہ سمجھنے لگے، کہ بہاء اللہ ایرانی ۱۲۳۵ھ ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوا تھا اور $\frac{۱۸۹۲}{۱۳۱۰}$ء میں مر گیا تھا۔ حضرت مُلّا شیخ محمدؒ بہائی نے کشمیر میں ۱۱۲۵ھ میں انتقال فرمایا تھا۔ گویا حضرت شیخؒ بہاء اللہ ایرانی سے پونے دو سو سال پہلے وفات پا چکے تھے۔

Marfat.com

حضرت مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی (متوفی ۱۰۱۲ھ) برادرِ اکبر حضرت مولانا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی (متوفی ۱۰۱۷ھ) کی اولاد میں سے تھے اور یہ دونوں سیالکوٹی بزرگ چھ واسطوں سے حضرت مولانا قاضی جمال الدینؒ صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے ہیں جو کشمیر کے مشہور عادل پادشاہ زین العابدین عرف "بڈشاہ" (۸۲۶ھ تا ۸۷۸ھ) کے دورِ حکومت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ تمام مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا بڈشاہی مضافاتِ آگرہ (ہند) سے کشمیر میں تشریف لائے تھے۔ یہ بھی تاریخی کتابوں سے ثابت ہے کہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء، امیر المومنین، خلیفۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں سے تھے۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب تفصیلات (مَا تَيَسَّرَ مِنْهَا) ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:۔

قاضی القضاۃ حضرت مولٰنا قاضی جمال الدین بڈشاہی

آپ کے متعلق عنوان بالا کے تحت خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم نے لکھا ہے:۔

"عزیزے از ہندوستان آمدہ و درخانقاہ امیریہ بادلے وظائف می گذرانید و بحکم آنکہ "عشق و مشک را نتواں نہفتن" رفتہ رفتہ فصاحت و کمالاتِ بلاغتش بسلطان رسید و در صحبتِ خود طلبید و خدمتِ قضاءِ مسلمانان تفویض باد فرمود۔ در فنونِ علوم آراستہ بود و فیصلِ احکام بدیانت نمود"

(تاریخ اعظمی صفحہ ۵۱)

مورخِ کشمیر پیر غلام احمد شاہ صاحب کریری مرحوم (نو پورہ شاہ آباد کشمیر

Marfat.com

متوفی ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۲۰ھ) لکھتے ہیں:۔

۲۔ "شیخ ملّا جمال الدینؒ در عہد سلطان زین العابدین بوجہ کارہائے نمایاں و بوجہ علامہ و فہامہ بودن بر منصب قاضی القضاۃ فائز شدند۔ علمائے محققین گفتند کہ صدیقی بودند از حفدۂ ملّا جمال الدینؒ بڈشاھی، ملّا جمال الدینؒ و ملّا کمال الدینؒ اند۔ ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی صاحب کمال بودند۔ از اولادِ ملّا جمال الدینؒ، ملّا قاسمؒ بہائی ابن ملّا اسمٰعیلؒ بہائی ابن شیخ محمد بہائی است۔ ایں خاندان صاحب حال و کمال بودہ است" (تاریخ وقائع کشمیر قلمی صفحہ)

ملّا بہاء الدین صاحب مرحوم (نادی ہل علاقہ بانڈی پورہ کشمیر) اپنی کتاب "لباب التواریخ" قلمی حصہ سوم کے صفحہ ۳۳۰ میں فرماتے ہیں:۔

۳۔ "ملّا شیخ جمال الدینؒ از مضافاتِ آگرہ در خانقاہ امیریہ قیام پذیر شدہ در عبادات و ریاضات مشغول شدند۔ علامہ و فہامہ بودہ، بحر کامل بودند۔ و ایں وجہ زین العابدین ایشاں را بر عہدۂ قاضی القضاۃ مقرر کرد۔ ذریاتِ ایشاں قابل قدر و عظمت بودند۔ چنانچہ احفادِ ایشاں شیخ ملّا جمال الدینؒ و شیخ ملّا کمال الدینؒ ہستند۔ ہر دو برادران در علم ظاہری و باطنی ماہر بودند۔ از اولادِ ملّا جمال الدینؒ، ملّا قاسمؒ بہائی ابن ملّا اسمٰعیل بہائی ابن شیخ محمد بہائی اند۔"

مولانا شیخ نظام الدینؒ[1] صاحب کشمیری شاہ آبادی (متوفی ۱۲۴۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[1] آپ افغانوں کے عہد حکومت میں کشمیر کے قاضی اور امین عدالت تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ الاسلام مولانا مفتی قوام الدین تھا۔ ان کی وفات ۱۲۱۹ھ میں ہوئی تھی۔

Marfat.com

۴۔ "ملّا شیخ جمال الدینؒ علامہ و فہامہ، وحید الدہر، حاویٔ علوم ظاہری و باطنی، وکاتب الوقت بودند۔ از مضافاتِ آگرہ بکشمیر نزول اجلال فرمودند و بخانقاہِ امیریہ قیام نمودند۔ بوجہ فہامت وزیر کی سلطان زین العابدین اُو را بمنصب قاضی القضاۃ مقرر کردند، درحقِ ایشاں گفتہ شدہ است ؎

جمال ظاہر بحر المعانی ولیّ مظہر سرّ السرائر
لقد نال المکارم والفواضل وتاب عن الصغائر والکبائر

و نیز گفتہ شدہ درحقِ ایشاں ؎

لقد جمع الفواضل والفضائل وما مال الی الدُّنیا الدَّنیّۃ
لِذا فاقَ الاماثلَ والافاضل

درحقِ نسبِ شیخ مذکورؒ بعضے گفتند فاروقی اند و بعضے گفتند صدیقی۔ لیکن بیان بلفظ شیخ می سازند۔" (کتاب نظام الوقائع قلمی صفحہ ۲۰۸)

مولانا بڈشاہی کا نسب

"نظام الوقائع" کی اس عبارت میں حضرت مولاناؒ کے نسب کے بارے میں اگرچہ دو روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک میں صدیقی بتایا گیا ہے اور دوسری میں فاروقی لیکن ترجیح کسی جانب کو نہیں دی گئی اور اس عبارت سے اُوپر "تاریخ وقائع کشمیر" کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں مولاناؒ کو صدیقی اور راسی کو علمائے محققین کا قول قرار دیا گیا ہے اور دوسری روایت کو کلیتہً نظرانداز کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ میر سعد اللہ شاہؒ آبادی نے اپنی کتاب "تاریخ باغِ سلیمانی" میں اور مُلّا احمدؒ ابن الصبور نے "تاریخِ ہادی" میں اور مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے "تذکرۃ الکاملین" میں مولانا جمال الدینؒ و مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی کو صدیقی النسب لکھا ہے اور راسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور یہ دونوں سیالکوٹی بزرگ بالاتفاق مولانا بڈشاہی کی اولاد سے

Marfat.com

ہیں۔ ان تینوں کتابوں کے اقتباسات مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے)
اس لیے ان تاریخی حقائق کی روشنی میں مولاناؒ کے صدیقی النسب ہونے کا قول ہی
قابلِ وثوق ہوسکتا ہے۔

شیخ

"نظام الوقائع" کی منقولہ عبارت میں فاضل مؤلف نے فرمایا ہے کہ مورخین مولاناؒ بڈشاہی کا ذکر "شیخ" کے عنوان سے کرتے ہیں۔ سو اس قول میں کوئی الجھن نہیں ہے اس لیے کہ پاکستان، ہندوستان اور کشمیر میں صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی وغیرہ قبائل کو "شیخ" ہی کہا جاتا ہے۔ بلکہ دنیا کے تقریباً ہر خطہ میں بزرگانِ اسلام کو احتراماً شیخ ہی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ بزرگ صدیقی ہوں یا فاروقی، عثمانی ہوں یا علوی ہاشمی۔ جیسے سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ، حالانکہ آپ اپنے والد ماجدؒ اور والدہ ماجدہؒ دونوں کی طرف سے ہاشمی النسل اور سیّد تھے۔

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے مولاناؒ بڈشاہی کی نسبت لکھا ہے:

۵۔ "ملا جمال الدینؒ قاضی القضاۃ در عہدِ سلطان زین العابدین بود۔ کارہائے نمایاں بعد فائز شدن بر منصبِ خود باصلاحِ قوم بعمل آورد۔ احفاد وے ملا کمال الدینؒ سیالکوٹی و ملا جمال الدینؒ سیالکوٹی علماء ذکر فرمودند۔ و شیخ قاسمؒ بہائی ابن شیخ اسمٰعیل بہائی ابن شیخ محمد بہائی احمد اکدلی از اولادِ شیخ جمال الدینؒ ذکر کردہ اند و ایں صحیح تر است" ("تذکرۃ الکاملین" صفحہ ۱۹۰)

سید بہاء الدین صاحب نقشبندی کشمیری مرحوم نے قاسمی خاندان کا جو شجرہ نسب کتاب "جوامع اشجار الانساب" سے نقل کرکے کشمیر سے والدی المحترم کے نام ارسال کیا تھا۔ اس میں مولانا حضرت بڈشاہی کے اسمِ گرامی پر حسبِ ذیل نوٹ لکھا ہے:۔

۶۔ "مولانا قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی کہ در عہدِ سلطان زین العابدین واردِ کشمیر

Marfat.com

شدہ است قاضی القضاۃ بود"۔

مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکین کشمیری مرحوم و مغفور (متوفی ۱۹۳۱ء) بزیر عنوان "مولانا قاضی جمال الدین رح" رقمطراز ہیں :۔

۷ ۔ "در عہدِ سلطان زین العابدین از ہند دریں شہر (سری نگر) ورود نمود و در خانقاہِ علیہ عالیہ حضرات کبرویہ نشستہ بریاضات و عبادات اشتغال ورزید۔ سلطان او را در حضورِ خود طلب داشتہ تعظیم و تکریم بجا آوردہ منصبِ قضا بوے تسلیم تفویض فرمود و ملّائے موصوف رح در اجرائے احکام شرعیہ کما ینبغی داد داد۔"

(تاریخ کبیر کشمیر، صفحہ ۲۹۰)

منشی محمد الدین صاحب فوؔق مرحوم نے مولانا بڈشاہی کا ذکر خیر اپنی متعدد تصانیف میں کیا ہے ۔ ان کی ایک کتاب "تاریخ بڈشاہی" کے حوالے سے "تذکرہ اسلاف" طبع اول میں ایک عبارت کی نقل کی گئی تھی لیکن وہ عبارت مختصر تھی ، اس لیے اس کی بجائے ان کی ایک اور تصنیف "شباب کشمیر" (صفحہ ۲۵۳ تا ۲۵۵) سے دوسری عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے جو پہلی عبارت کے مضمون پر مشتمل بھی ہے اور قدرے مفصل بھی ۔

فوق صاحب مرحوم "قاضی القضاۃ مولانا جمال الدین رح" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :۔

۸ ۔ "تمام مورخین نے لکھا ہے کہ ان کا وطن ہندوستان تھا ۔ جب کشمیر آئے تو خانقاہ امیریہ (شاہ ہمدان[1] رح) میں رہائش اختیار کر لی اور ورود و وظائف کے

---

[1] آپ ۷۸۱ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے ۔ آپ شیخ کامل ، عالم باعمل ، صاحبِ تصانیف مثل شرح فصوص الحکم وغیرہ تھے ۔ آپ نے تین مرتبہ دنیا کی سیاحت فرمائی اور ہزاروں مشائخ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

12962

Marfat.com

بڑے پابند اور عالم و فاضل اور جید اہلِ قلم تھے۔ عوام سے اپنے علم کو پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔ لیکن عشق و مشک کو چھپانا بڑا مشکل کام ہے۔ آپ نے کسبِ حلال کے لیے عرائض نویسی کا کام شروع کر دیا۔ آپ اہلِ مقدمات کی طرف سے بادشاہ کے دربار میں عرضیاں لکھا کرتے تھے اور جو لوگ کسی حاکم کے خلاف کوئی شکایت لکھواتے تو اس کے تدارک یا اصلاح کے لیے بھی آپ اہلِ شکایات کو عرضیاں لکھ کر دیا کرتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) اور اولیاء اللہ سے فیض حاصل کیا۔ ایک مرتبہ ایک ہی مجلس میں چار سو اولیاء اللہ کے اجتماع سے سعادت اندوز ہوئے۔ آخر میں کشمیر کو مستقر بنایا۔ سرینگر کے محلہ علاء الدین پورہ میں قیام فرمایا۔ شاہِ کشمیر شہاب الدین نے نذرِ عقیدت پیش کی فسق و فجور سے تائب ہوا۔ اس کا بھائی سلطان قطب الدین اکثر حاضرِ خدمت رہتا۔ کشمیر اور اطرافِ کشمیر میں بے شمار مخلوقِ خدا کو ہدایت و ارشاد کی دولت سے مالا مال کیا۔ ("علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد اوّل صفحہ ۳۴۳)

آپ نے پکھلی کے علاقہ میں انتقال فرمایا۔ نزع کے عالم میں آپ کی زبانِ مبارک پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے الفاظ جاری ہوئے۔ اسی سے آپ کا سنِ وفات ۷۸۶ھ نکلتا ہے۔ آپ کے انتقال پر آپ کے دفن کے بارے میں اہلِ کشمیر اور والیٔ پکھلی کے مابین اختلاف رونما ہوا۔ دونوں فریق حضرتؒ کو اپنے ہاں دفن کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ غسل اور نمازِ جنازہ کے بعد حضرتؒ کے محرمِ خاص و ملازم با اختصاص شیخ قوام الدین بدخشیؒ نے کہا کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق حضرت کے تابوت مبارک کو اُٹھا سکے وہی اپنے ہاں تابوت کو دفن کرلے۔ اس پر فریقین نے قسمت آزمائی کی لیکن کوئی بھی تابوت مبارک کو نہ اُٹھا سکا۔ آخر شیخ بدخشیؒ نے خود ہی تابوت کو اُٹھا لیا اور اُسے کوہستانِ چترار کے راستہ چھ ماہ کا سفر طے کر کے "ختلان" (حدودِ ایران) میں پہنچا کر دفن کر دیا۔ آپ کا مزار مبارک ختلان میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے اور آپ کی خانقاہ معلّی سری نگر کشمیر میں مرجع انام ہے۔ قدس اللہ سرہ العزیز۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

بادشاہ ان عرضداشتوں کے مضامین پڑھ کر بہت متاثر ہوتا اور عرائض نویس کے تبحرِ علمی کا قائل ہو جاتا۔ بادشاہ نے کئی دفعہ چاہا کہ عرائض نویس کو اپنے دربار میں بلوا کر اس کے کمالِ فصاحت سے اور بھی زیادہ بہرہ مند ہو لیکن کوئی نہ کوئی امر مانع ہوتا۔ آخر جب آپ نے ایک منظوم درخواست بادشاہ کے پاس بھیجی جس میں سلطان سکندر کی وفات پر قطراتِ اشک بہائے گئے تھے تو بادشاہ کو زیادہ انتظار کی تاب نہ رہی اور اپنے ایک درباری کو آپ کے لانے کے لیے بھیجا۔ جب آپ بادشاہ کے حضور میں گئے تو وہ قدردانی و مردم شناسی کا پُتلا ایک گوشہ نشین درویش کے ساتھ جو ایک خانقاہ پر درویشوں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا، ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا۔ اُٹھ کر تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ آپ نے بادشاہ کی خدمت میں ایک تصنیف پیش کی جس کے مطالعہ سے بادشاہ بے حد مسرور رہوا، اور آپ کی اعلیٰ قابلیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ہمارے زمانے کے ایک مصنف نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا ہے کہ بعض لوگ حضرت امیرؒ کو شیعہ سمجھتے ہیں لیکن ایسا سمجھنا حضرتؒ پر غلیظ قسم کا افترا ہے۔ آپ کا ترتیب دیا ہوا متبرک وظیفہ آپؒ نے چار سو اولیاء و اصفیا سے اخذ فرمایا اور جسے آپؒ نے کشمیر میں رائج کیا اور جو سینکڑوں سال سے کشمیر کی تقریباً اکثر مساجد میں نماز فجر کے بعد اجتماعی طور پر جہر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور جو "اورادِ فتحیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس غلیظ افترا کی تردید کے لیے کافی ہے۔ اس وظیفے میں یہ فقرے موجود ہیں :- "رضینا باللہ تعالیٰ رباً و بالاسلام دینا و محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نبینا و رسولاً و بالقرآن اماماً و بالکعبۃ قبلۃ و بالصلوٰۃ فریضۃً و بالمؤمنین اخواناً و بالصدیقؓ و بالفاروقؓ و بذی النورینؓ و بالمرتضیٰؓ ائمۃً"۔ ان کلماتِ طیبات میں آپؒ خلفاء اربعہؓ کو "امام" فرما رہے ہیں۔

Marfat.com

نے اس کو مسحور کیا۔

عرائض میں جو دلائل و براہین آپ لکھا کرتے تھے بادشاہ ان کو بے حد پسند کرتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ اگر ایسا شخص جو انشا پردازی کے ساتھ دماغ بھی مقنّن رکھتا ہے میری قلمرو کی عدالت کا اعلیٰ جج ہو جائے تو انصاف اس سے بڑا نیک نام ہو سکتا ہے۔

چنانچہ بادشاہ نے عہدہ قاضی القضاۃ آپ کے سپرد کیا جو اس زمانہ کی چیف ججی کے برابر ہے۔

قاضی جمال الدینؒ علوم دینیہ و دُنیویہ سے آراستہ تھے اور احکام کے فیصلے بلا کسی لحاظ و مرّوت کے بلا رو رعایت دیانت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بادشاہ ان کے فیصلوں سے خوش ہو کر ہمیشہ ان پر نوازشوں اور شاہی عنایتوں کا اظہار کرتا رہا۔

("شباب کشمیر" صفحہ ۲۵۳ - ۲۵۵)

حضرت مولاناؒ کا سلطان زین العابدین بڈشاہ کے دورِ حکومت ۸۲۶ھ تا ۸۷۸ھ میں کشمیر کا قاضی القضاۃ ہونا مورخین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ آگرہ سے کشمیر تشریف لائے تھے۔

لیکن:-

۱۔ آپ آگرہ کے کس قصبہ یا گاؤں کے باشندہ تھے۔؟

۲۔ کس سن میں وہاں سے نکل کر کشمیر آنا ہوا؟

۳۔ انتقال کس سن میں فرمایا؟

۴۔ آپ کے اساتذہ کون حضرات تھے؟

۵۔ آپ کی بیعت کس بزرگ سے تھی؟

یہ اور اسی قسم کے چند سوالات ہیں جن کا جواب تاحال مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔
لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا۔

Marfat.com

رفع التباس

دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات دو بزرگوں کے اشتراکِ اسمی سے خصوصاً جب کہ دونوں میں معاصرت یا قربِ معاصرت ہو بعض لوگوں کو التباس پیش آجاتا ہے۔ اسی کتاب میں آگے چل کر حضرت مولانا جمال الدین صاحب سیالکوٹی کے تذکرہ میں اس کی ایک مثال آپ ملاحظہ فرمائیں گے، یہاں بھی اس قسم کے التباس کا امکان ہے۔ اس لیے رفع التباس کی خاطر ایک اور بزرگ عالم کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو حضرت مولانا جمال الدینؒ بڈشاہی کے ہم نام ہونے کے علاوہ کشمیر ہی کی خاک میں مدفون ہیں اور وہ بزرگ عالم حضرت مولانا سید جمال الدین محدّث رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قُدِّس سِرّہٗ کے ہمراہ ۷۸۱ھ میں کشمیر تشریف لائے تھے اور کشمیر ہی میں وفات پاکر "نہرِ بہت" کے کنارے مدفون ہوئے۔ انہی کی نسبت مولانا سید عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (ہندوستان) نے اپنی مشہور عربی کتاب "نزھۃ الخواطر" جلد ۳ صفحہ ۵۰ - ۵۱ میں لکھا ہے:۔

الشیخ العالم المحدّث جمال الدّین الکشمیری احد العلماء المبرزین فی الفقہ والحدیث والاصول والعربیۃ قدم کشمیر فی صحبۃ علی بن شھاب الحسینی الھمدانی وسکن بھا امتثالاً لامرہ لاجل تعلیم السلطان قطب الدین شاہ مرزا الکشمیری فانقطع الی الدّرس والافادۃ وقبرہ بمدینۃ کشمیر علی نھر "بھت" مشھور یزار یتبرک بہ کما فی "روضۃ الابرار" لمحمد الدّین الکشمیری[۱]۔

---

[۱] مولانا محمد الدین صاحب موصوفؒ ۳ رجب المرجب / جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ مطابق (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

بہرکیف بتانا یہ مقصود ہے کہ حضرت مولٰنا قاضی جمال الدین بڈشاہی ایک بزرگ ہیں اور حضرت مولٰنا سید جمال الدین محدث دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ علیہما۔

مظہر فیض ذی الجلال حضرت علامہ مولٰنا جمال الدین سیالکوٹی

حضرت مولٰنا جمال الدین سیالکوٹی اور اُن کے چھوٹے حقیقی بھائی حضرت مولٰنا کمال الدین سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما حضرت مولٰنا جمال الدین بڈشاہی رحمہ اللہ کی اولاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) مطابق ۱۸۵۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۹ سال کی عمر میں عربی، فارسی اور طبی کتب درسیہ سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد میٹرک، منشی عالم منشی فاضل، مولوی عالم، مولوی فاضل اور ایم۔ او۔ ایل کے امتحانات دے کر کامیاب ہوئے۔ اگست ۱۸۷۳ء میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف۔ اے اور بی۔ اے کی جماعتوں کو بھی عربی، فارسی کا کورس پڑھاتے تھے۔ اس اعتبار سے شاعر مشرق اقبال مرحوم بھی ۱۸۹۹ء تا ۱۸۹۷ء میں ان کے شاگرد تھے۔ ۲۵ سال کی ملازمت کے بعد مولٰنا نے ۲۶ نومبر ۱۹۹۸ء میں انتقال فرمایا۔ (ماخوذ از تاریخ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور صفحہ ۱۳۲، ۱۳۴ مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین صاحب)

مولانا رحمہ اللہ نے بہت سی کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے۔ ان میں سے چند تصنیفات کے نام انہی کے تصنیف کردہ فارسی رسالہ "مختصر تاریخ کشمیر" صفحہ ۳، ۴ سے ذیل میں منقول ہیں (۱) روضۃ الادبا (تذکرہ شعرائے ادب وغیرہ متقدمین و متاخرین) (۲) تبیان الصنائع (در فن صنائع و بدائع) (۳) تفسیر فتح العلیم (۴) تاریخ ایام الجاہلیۃ (۵) قلائد الذہب فی فوائد الادب (عربی) (۶) محنۃ البشریٰ احوال خیر البشر المعروف بہ بستان محمدی (۷) رسالہ در علم فلسفۂ انگریزی و عربی (۸) حل اللغات الف لیلیۃ (بزبان فارسی) (۹) شرع محمدی متعلق بمسائل میراث و معاملات۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

میں سے تھے (اس کو مولانا بڑشاہی کے تذکرہ میں قلمی اور مطبوعہ کتابوں کے حوالے سے اُوپر ثابت کیا جا چکا ہے)

مولانا جمال الدین سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما علّامۂ جلیل و فاضلِ بے عدیل ہونے کے علاوہ متقی، پارسا، صوفی، صافی، پاک باطن اور نہایت بے تکلّف اور سادہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ تھے۔ عمر مبارک درس و تدریس اور رہدایت و ارشاد اور ذکر و فکر میں گذاری۔ ذیل میں حضرت مولانا کی مقدّس زندگی کا مختصر خاکہ آپ کو تاریخی کتابوں کی روشنی میں دکھائی دے گا۔

خواجہ محمد اعظم صاحب "دیدہ مری" مرحوم تاریخ اعظمی میں زیر عنوان "مظہر فیض ذوالجلال ملّا جمال" لکھتے ہیں :-

ا۔ تحریرِ روزگار و علامہ اسرار بود۔ در علوم دینیہ شانِ عظیم داشت با کمالِ شغلِ علوم خاطر مبارک را اکثرے بجانب طیِّ منازل راہِ معنوی می گماشت۔ ارادت معنوی بسیالکوٹ درخدمتِ عارف حقانی بابا فتح اللہ[1] حقانی کہ ذکرش گذشت درست نمودہ بود وز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) (۱۰) رسالہ در علم منطق (۱۱) تعلیقات مقامات بدیعی (۱۲) منتخب اخلاق ناصری (وغیرہ) سرورق پر آپ کی تصنیفات کے سلسلہ میں (۱۳) "روضۃ الابرار" کا نام بھی درج ہے جس میں کشمیر کے علماء و مشائخ کے حالات مرقوم ہیں اور جس کا حوالہ "نزہۃ الخواطر" میں اُوپر دیا گیا ہے۔ مولانا نے اسی روضۃ الابرار کے صفحہ نمبر ۵۲ کے حاشیہ پر حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب ہاشمی امرتسری اور آپکے خاندان کا بھی مختصر تذکرہ فرمایا ہے۔ مولانا موصوف کے ہم نام ایک اور بزرگ بھی لاہور ہی میں گذرے ہیں؛ وہ مولانا کے انتقال کے بعد اورینٹل کالج لاہور ہی میں پروفیسر مقرر ہوگئے تھے۔ ان کا ذکر مولوی محمد الدین صاحب مختار کے نام سے ہوتا ہے۔ ان کی وفات جنوری ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی۔ (تاریخ اورینٹل کالج لاہور صفحہ ۲۱۹)

[1] شیخ العصر حضرت بابا فتح اللہ حقانی (ریاثانی) کشمیری رحمۃ اللہ عارف باللہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

عمرؒ خود را صرفِ علومِ ظاہری و باطنی می فرمود۔ درجنابِ حضرت شیخ المشائخ، شیخ نورالدینؒ ظاہراً اخلاص کم تر داشت شبے بزدیدت سرورِ عالمیاں علیہ افضل الصلوات و التحیات مشرف شد نز۔ عزیزے را دید کہ در پہلوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریب جا یافتہ است۔ حضرت رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ" اے جمال! ایں شیخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) اور بے مثال صاحب علم وعمل بزرگ تھے۔ آپ حضرت شیخ اسمٰعیل زاہد کبرویؒ کے صاحبزادہ اور خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۴ھ) جیسے اکابر نے بھی آپ سے فیض پایا ہے۔ تاریخ اعظمی وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کو روافضِ کشمیر کے بے تحاشہ سبِّ صحابہؓ سے بے حد کوفت ہوئی۔ آپؒ نے اسی زمانہ میں اپنے تین صاحب زادوں کے نام حضرات خلفاء ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر اس نیّت سے تبدیل کر دیئے تھے کہ بدفرجام تبرائیوں کی دشنام طرازیاں ان صاحب زادوں کی طرف راجع ہوں۔ جب آپ نے تابِ مقاومت نہ پائی تو اپنے اہل بیت سمیت کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ تشریف لے آئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ اس کے خلاف بعض مورخین اس امر کے قائل ہیں کہ آپ آخری عمر میں طبقہ چک کے بعض افراد کی استدعا پر واپس کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے دوسرے صاحب زادہ بابا عمر رحمہ اللہ آپؒ کے قائم مقام ہوئے۔ ان سے اکبر بادشاہ کو بہت عقیدت تھی۔ کشمیر کے ۲۶ علماء، وصلحاء و روٴسا مثلاً حضرت بابا داؤد خاکی، علامہ شیخ یعقوب صرفی، مولٰنا کمال الدین سیالکوٹی اور خواجہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم پر مشتمل جماعت بابہانہ کے راستہ حضرت بابا عمرؒ کے پاس پہنچی تھی اور انہی کی وساطت سے اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر پاک بازوں کی اس جماعت نے کشمیر کے متعصب شیعہ بادشاہ کے مظالم کی روداد پیش کی اور جس کے نتیجہ میں اکبر بادشاہ نے کشمیر پر قبضہ کر لیا اور اس طرح اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو تبرا بازی کی لعنت سے نجات دلائی تھی ــــ حضرت بابا فتح صاحب رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

نورالدینؒ[1] است کارے کہ ایں کردکسے بگرد آں نمی رسد" بالجملہ اکابرِ مشائخ وقت مثل بابا[2] نصیبؒ وشیخ اسمٰعیل[3] رحؒ چشتیؒ وامثالِ ایشاں از خدمتِ مولانا (جمال الدینؒ) مستفید بودند۔ بالذات جسمانی ہرگز میل نبود۔ گوشت کم تر خوردے برتہ بے تکلفی وفرش بوریائی می ساخت۔

می گویند کہ یک جبہ حضرت بابا فتح اللہؒ در عقدِ مولانا نیز بدستور برادرش مولانا کمال الدین بود چوں رحلت در کشمیر آسود۔ واَلعلم عند اللہ (صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

پیر حسن شاہ مرحوم (متوفی ۱۳۱۶ھ) متوطن موضع گامرو علاقہ کیو ہامہ بانڈی پورہ کشمیر "تاریخ حسن" کے حصہ سوم میں جس کا عنوان "اسرار الاخیار" ہے لکھتے ہیں:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے۔) حضرت بابا ابوبکرؒ نے سیالکوٹ ہی میں انتقال فرمایا تھا۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

[1] حضرت شیخ نورالدین صاحب ولی قدس سرہٗ (متوفی ۸۴۲ھ) آسمانِ ولایت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ہزاروں انسان آپ سے فیض یاب ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ۔

[2] آپؒ کشمیر کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ خلافت کا اعزاز حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہٗ (متوفی ۹۹۴ھ) سے حاصل تھا۔ حضرت بابا صاحبؒ کا انتقال ۱۰۴۷ھ میں ہوا۔

[3] حضرت بابا شیخ چشتیؒ کشمیر کے تاجر پیشہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں حضرت مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی سے فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخ صاحبِ حال اور کرامات بزرگ تھے۔ سری نگر کے قبرستان "ملکھواہ" میں مولانا جمال الدینؒ کے مزار مبارک کے قریب آپؒ کی قبر شریف ہے۔

Marfat.com

۲۔ "اخوند ملا جمال الدینؒ از احفادِ قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی، مُرید و داماد بابا فتح اللہ ثانی بود۔ در علوم صوری و معنوی شانِ عظیم داشت عمرِ عزیز خود در تدریس و تعلیم علوم ظاہری و باطنی صرف نمود گویند اخوندؒ از شیخ العالم شیخ نورالدینؒ چنداں اخلاص نداشت۔ شبے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم را درخواب دید و عزیزے ہم زانوئے آں جنابؐ نشستہ بود متعجب شد حضرت رسالت مآبؐ فرمود کہ "اے ملا جمال! ایں شخص شیخ نورالدین ست کارے کہ ایں کرد کسے نہ کرد۔ بالجملہ مولانا درعلوم فرد لاثانی بود و از فیوض او عالمے فائز گشت ہمیشہ در وضع فقرائے بے تکلف مے بود بلذاتِ نفسانی و جسمانی اصلاً میل نمی فرمود۔ چوں رحلت نمود در "ملہ کھواہ" آسود"۔

جناب حاجی مولوی محی الدین صاحب مسکینؒ مرحوم اپنی "تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں:۔

۳۔ "ہر دو برادران (مولانا جمال الدینؒ و مولانا کمال الدینؒ) از اولادِ قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی و مُرید و دامادِ حضرت بابا فتح اللہؒ ثانی بودند در علوم و مکاشفہ ہر دو برادر علامۂ ربانی ولاثانی بودند۔ ملا جمالؒ ایام حیات در فقر و فاقہ بغیر تکلیف ہائے نفسانی بسر برد و کم تر وگاہ گاہ گوشت می خورد عالمے درخدمتش مستفید گردید چوں رحلت نمود در "ملہ کھواہ" آسود"۔

میر سعد اللہ خاں شاہ آبادی مرحوم اپنی کتاب "تاریخ باغ سلیمانی" (قلمی) کے صفحہ نمبر ۲۱۱ میں فرماتے ہیں:۔

۴۔ "ملا جمال الدین عالمِ متبحر بود مرید و داماد بابا فتح اللہؒ ثانی است پشت در پشت منہمک درس و تدریس بود۔ اکابرِ فضلا از تلامذۂ وے اند مسکین شمار بود (تا) رحلت نمودہ در ملہ کھواہ مدفون است"۔

Marfat.com

مُلّا احمد ابن الصبور کشمیری اپنی کتاب " تاریخ ہادی " میں رقمطراز ہیں :-

۵ - " مُلّا جمال الدینؒ و مُلّا کمال الدینؒ سیالکوٹی ہر دو برادر جامع کمالات ظاہری و باطنی بودند نسب ایشان صدیقی گفتہ اند این صحیح تر این است - مرقد مُلّا جمال الدینؒ در کشمیر است و مرقد مُلّا کمال الدینؒ در لاہور است "۔

(تاریخ ہادی قلمی صفحہ ۲۰۱)

مُلّا عبد الغنی صاحب نرآلی کشمیری مرحوم لکھتے ہیں کہ :-

۶ - " مُلّا جمال الدینؒ مرید حضرت بابا فتح اللہ ثانی از احفادِ مُلّا شیخ جمال الدینؒ بڈشاہی اند تمامی عمر در تدریس علوم دینیہ صرف کردند در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند از ذریات مُلّا جمال الدینؒ، مُلّا محمدؒ بہائی است - مُلّا جمال الدینؒ رحلت نمودہ در" رلکیواہ مدفون اند "

(ذخیرۃ التواریخ " قلمی صفحہ ۲۰۴)

پیر غلام احمد شاہ صاحب کریری مرحوم مولانا جمال الدینؒ صاحب بڈشاہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۷ - علمائے محققین گفتند کہ صدیقی بودند از حفدۂ وے مُلّا جمال الدینؒ و مُلّا کمال الدینؒ کمال الدینؒ اند ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی صاحبِ کمال بودند از اولادِ مُلّا جمال الدینؒ، مُلّا قاسمؒ بہلائی بن مُلّا اسمٰعیلؒ بہائی بن شیخ محمدؒ بہائی است این خاندان صاحبِ حال و کمال بودہ است "

(تاریخ وقائع کشمیر قلمی)

مُلّا بہاء الدین صاحب کشمیری مرحوم (نادی ہل علاقہ بانڈی پورہ کشمیر) مولنا بڈشاہی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں :-

۸ - " احفادِ ایشان شیخ مُلّا جمال الدینؒ و شیخ مُلّا کمال الدینؒ ہستند - ہر دو برادران در علوم ظاہری و باطنی ماہر بودند از اولادِ مُلّا جمال الدینؒ، مُلّا قاسمؒ

Marfat.com

بھائی بن ملا اسمٰعیلؒ بھائی بن ملا محمدؒ بھائی اند "

(لباب التواریخ قلمی صفحہ ۳۴ ۔ حصہ سوم)

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت کشمیری مرحوم لکھتے ہیں :۔

۹ ۔ " ملا جمال الدین رحلت فرمودہ " دربلہ کہواہ " و ملا کمال الدینؒ رحلت فرمودہ درلاہور آسودہ است ۔ ہردو برادران نسباً صدیقی اند ۔

(ھذا ھو الصحیح)

(تذکرۃ الکاملین صفحہ ۱۹۱ و ۱۹۲)

پھر سعادت صاحب مرحوم اپنی اسی کتاب " تذکرۃ الکاملین " کے صفحہ ۱۹۰ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

۱۰ ۔ " ملا جمال الدینؒ قاضی القضاۃ عہد زین العابدین بود ۔ بعد فائز شدن برمنصب خود باصلاح نزم کارہائے نمایاں بعمل آورد و احفاد امجاد و ملا کمال الدینؒ و ملا جمال الدینؒ سیالکوٹی ذکر فرمودند "

" شیخ قاسمؒ بھائی بن شیخ اسمعیلؒ بھائی بن شیخ محمد بھائی از اولاد شیخ جمال الدینؒ ذکر کردند و ایں صحیح تر است "

دونوں سیالکوٹی بزرگوںؒ کا مولانا بڈشاہی کی اولاد سے ہونا اگرچہ تاریخی کتابوں کے منقولہ بالا اقتباسات سے بخوبی ثابت ہے ۔ تاہم مزید توثیق کے چند اور تاریخی کتابوں کے اقتباساتِ ذیل میں ملاحظہ فرمایئے :۔

۱۱ ۔ " شیخ کمال الدینؒ و شیخ جمال الدینؒ ہردو برادر ابناء قاضی جمال الدینؒ بڈشاہی اند "

(تذکرہ بابا داؤد مشکواتی قلمی صفحہ ۱۱۰)

" ملا شیخ کمال الدینؒ و ملا شیخ جمال الدینؒ از احفاد امجاد شیخ جمال الدینؒ

Marfat.com

بڈشاہی ہستند"

(تذکرہ خواجہ محمد امین رح قلمی صفحہ ۲۰۱)

۱۳۔ "اخوند شیخ کمال الدین رح و شیخ جمال الدین رح از اولاد ملا جمال الدین رح بڈشاہی بودند"

(تذکرہ قاضی عبدالکریم رح قلمی صفحہ ۱۲۰)

مولوی رحمٰن علی صاحب رح سابق ممبر کونسل (مقام ریوان انڈیا) "تذکرۂ علماء ہند" میں فرماتے ہیں :۔

۱۴ "ملا جمال الدین رح کشمیری دانشمند متبحر و مرید بابا فتح اللہ حقانی بود۔ و شب روز شغل و درس و تعلیم داشت ابوالفقراء شیخ نصیر الدین و بابا نصیب الدین رح و شیخ اسمٰعیل رح چشتی او تلامذہ وے اند۔ او بے تکلفانہ بیک قمیص و بوریا بسر می برد۔ مرقدش بکشمیر است"

(تذکرۂ علماء ہند طبع دوم صفحہ ۴۳ مطبوعہ ۱۹۱۴ء)

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہور مرحوم نے لکھا ہے :۔

۱۵ "شیخ نصیر الدین ابوالفقراء رح کہ کشمیر کے نامور صوفیاء میں درجہ اختصاص رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ملا جمال الدین رح پرہیز گار وقت متقی، زمانہ اور علم و عمل کا خزانہ تھے۔ بابا فتح اللہ رح حقانی کے مُریدوں میں تھے۔ میں نے علم حدیث انہی سے اکتساب کیا ہے اور انہی سے سندِ حدیث حاصل کی ہے۔ حضرت شیخ نورالدین رح ولی کے مزار پر اکثر جایا کرتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ اس کثرت کا سبب پوچھا تو فرمایا۔ ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ رح آپ کے پہلو میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "جمال! تُو اس کو پہچانتا ہے؟ اس نے وہ کام کئے ہیں کہ کوئی شخص ان کی گرد کو

Marfat.com

بھی نہیں پہنچنا۔" وہ دن ہے اور آج کا دن، اس مزار پر میری آمد و رفت برابر جاری ہے۔ حضرت بابا داؤد مشکوانیؒ[1] "اسرار الابرار"[2] میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابوالقاسم (جو مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے خلف اور اکابر علماء میں سے تھے اور میرے اُستاد) ایک دن لکڑی کاٹنے کے لیے ایک درخت پر چڑھے۔ درخت بڑا قد آور تھا جو ایک جنّ کا مسکن تھا۔ درخت پر بڑی مشکل سے ضرب پڑتی تھی۔ جنّ کو تکلیف پہنچی تو وہ آدمی کی شکل اختیار کر کے مولانا جمال الدینؒ کی خدمت میں آیا اور اپنی تکلیف بیان کی۔ مولانا نے اپنے صاحب زادہ (مولانا قاضی ابوالقاسمؒ) کو اس کام سے منع فرما دیا۔

مولانا گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی (وہ بھی مدت کے بعد) تھوڑا سا شوربہ پی لیتے تھے۔ سوائے موٹے پٹو کے ایک لمبے کُرتے کے

---

[1] حضرت باباصاحبؒ کو چونکہ حدیث کی مشہور کتاب "مشکوٰۃ" اوّل سے آخر تک حفظ تھی اس لیے آپ مشکوانی کے عرف سے معروف ہوگئے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ حضرت شیخ عطارؒ (متوفی سنہ) کے تتبع میں "منطق الطیر" کے طرز پر بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ آپ حضرت بابا نصیب الدینؒ (متوفی ۱۰۴۷ھ) کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام مسعودؒ غوری تھا۔ آپؒ کے جدِ امجد دہلی سے کشمیر آئے تھے اور منصب سپہ سالاری [illegible] پر فائز ہوئے۔ حضرت باباؒ کا مزارِ مبارک محلہ گندر پورہ سری نگر میں ہے۔ آپؒ نے لمبی عمر پاکر ۱۰۹۷ء میں وفات پائی تھی۔

[2] "اسرار الابرار" حضرت بابا داؤدؒ مشکواتی کی تصنیف ہے۔ "تذکرۂ اسلاف" طبع اوّل میں غلطی سے اس کتاب کو حضرت بابا داؤد خاکیؒ (متوفی ۹۹۴ھ) کی تصنیف ظاہر کیا گیا تھا۔

Marfat.com

جس کو کشمیر میں "پھرن" کہتے ہیں کوئی اور لباس نہیں پہنتے تھے۔ بوریئے پر کسی قسم کا فرش نہیں بچھاتے تھے نہ بچھانے کی اجازت دیتے تھے۔ فرماتے تھے جس شخص نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا وہ سلطانِ جمیع اجسام ہے۔ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

ہر کرا در کارِ حق انجام شد
کارِ اُو درجملۂ اجسام شد

آپؒ نے سری نگر میں انتقال فرمایا۔ (انتہیٰ بلفظ)
(منقول از کتاب "ملک العلماء" صفحہ ۱۱)

فوقؔ صاحب مرحوم نے اسی کتاب "ملک العلماء" کے صفحہ ۸۰ پر فرمایا ہے:

۱۶۔ "اخوند مولانا جمال الدینؒ علومِ دینیہ میں ماہر کامل تھے۔ اصل وطن کشمیر تھا۔ باردات معنویہ حضرت بابا فتح اللہ کشمیریؒ کے پاس سیالکوٹ آئے۔ مولٰنا کمال الدینؒ (جو مولٰنا عبدالحکیم سیالکوٹی اور حضرت مجدد الف ثانی کے استاد تھے) آپؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔

مولٰنا جمال الدینؒ کے خوانِ علم سے صدہا لوگ سیر ہوئے۔ آپ گوشت بہت کم کھاتے تھے۔ ہمیشہ بوریائی فرش پر سوتے۔ حضرت بابا فتح اللہؒ نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا تھا۔ آخر عمر میں آپ کشمیر واپس چلے گئے تھے۔

حضرت بابا نصیبؒ اور حضرت شیخ اسمٰعیل چشتیؒ اور دیگر اکابر و مشائخِ وقت مولٰنا کی بابرکت صحبتوں سے مستفید ہوتے رہے۔ قاضی ابوالقاسمؒ عرف مُلّا جمالی (جو کشمیر کے قضا پر مامور تھے) آپؒ کے نامور فرزند ہیں۔" (انتہیٰ)

مستند تاریخی کتابوں کے منقولہ بالا ۱۶، اقتباسات کے مجموعہ سے حسبِ ذیل امور ثابت ہیں:۔

Marfat.com

۱۔ مولانا بڈ شاہی کا نسب صدیقی ہے۔

۲۔ مولٰنا جمال الدینؒ و مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی اور ان کی اولاد کا نسب مولٰنا بڈ شاہی سے ملتا ہے۔

۳۔ دونوں سیالکوٹی بزرگ حضرت بابا فتح اللہ حقانی کشمیری رحمہ اللہ کے مرید ہیں۔

۴۔ مولٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی کا مزار مبارک سری نگر کشمیر کے مشہور قبرستان "ملکواہ"[1] میں واقع ہے۔

ان تاریخی حقائق کو ذہن میں رکھیئے۔ ان سے کئی غلط فہمیاں دُور ہوں گی جن کا کچھ تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے اور کچھ حصہ مولٰنا کمال الدین صاحب رحمہ اللہ کے تذکرہ میں پیش کیا جائے گا۔

مولٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی اور شاہ جمالؒ لاہوری

لاہور میں اچھرہ کے قریب دو مختلف مقامات پر دو بزرگوں کے مزارات ہیں۔ ایک بزرگ کا نام شاہ جمالؒ ہے دوسرے بزرگ کا نام شاہ کمالؒ۔ دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ اس سے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوگئی کہ یہ دونوں حضرات وہی ہیں جن کو مولٰنا جمال الدینؒ اور مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی کے ناموں سے شہرت حاصل ہے (یہ دونوں بزرگ بھی آپس میں حقیقی بھائی تھے) اور اس غلط فہمی کو اس امر سے مزید تقویت پہنچی کہ شاہ جمالؒ اور شاہ کمال کی اولاد سیالکوٹ میں موجود ہے۔ جناب محترم مولوی نور احمد صاحب فریدی نے (جو متعدد خوبصورت اور ضخیم تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں) اپنی کتاب "صدر الدین عارف" کے صفحہ ۵۶

---

[1] یہ قبرستان تین میل کے رقبہ میں ہے۔

Marfat.com

میں مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی اور شاہ جمالؒ لاہوری کو ایک ہی شخصیت تصور فرما کر ان کا مزار اچھرہ کے قریب ظاہر کیا ہے۔ بلکہ تذکرہ اسلاف، طبع اوّل کا مطالعہ کرنے کے بعد موصوف نے راقم الحروف (قاسمی) کے نام اس مضمون کا مکتوب روانہ فرمایا کہ:

"آپ کے جدی بزرگ مولانا جمال الدینؒ کشمیری اور مولانا کمال الدین کشمیری سیالکوٹی وہی بزرگ ہیں جن کو شاہ کمالؒ اور شاہ جمالؒ کہا جاتا ہے اور دونوں کے مزارات لاہور اور اچھرہ کے قریب ہیں۔"

لیکن مجھے اس انکشاف سے اتفاق نہیں ہے۔ میں مولانا جمال الدینؒ اور شاہ جمالؒ نیز مولانا کمال الدین اور شاہ کمال کو مختلف شخصیتیں سمجھتا ہوں، اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ شاہ جمالؒ اور شاہ کمالؒ سادات حسینی میں سے تھے (صدر الدین عارفؒ ص۶)
لیکن مولانا جمال الدین اور مولانا کمال الدینؒ رحمہما اللہ صدیقی النسب تھے۔ (سند کے لیے اوپر مولانا جمال الدینؒ بڈشاہی اور مولانا جمال الدین سیالکوٹی کا تذکرہ پڑھیے)

۲۔ مولانا جمال الدینؒ اور مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی حضرت بابا فتح اللہ حقانیؒ کشمیری کے مرید تھے۔ مولانا کمال الدینؒ نے خواجہ عبدالشہید نقشبندی احراری (متوفی ۹۸۲ھ) سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ اس کے خلاف شاہ جمال لاہوری کسی "لکرا بیگ" نامی بزرگ کے مرید تھے۔ (تحقیقات چشتی و صدر الدین عارفؒ)

۳۔ مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے عالمانہ وقار، علمی مشاغل، درس و تدریس، تقویٰ و طہارت اور ہدایت و ارشاد کے تذکرے تاریخی کتابوں میں جا بجا ملتے ہیں۔ رقص و سرود اور دھمال (مستی کی حالت کا ناچ) کا ذکر ان کی بے غبارہ سیرۃ میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ لیکن شاہ جمالؒ کے حالات پر مشتمل کتابیں (تحقیقات چشتی وغیرہ)

Marfat.com

ان کے علمی و تدریسی مشاغل کے تذکرے سے نہ صرف خاموش ہیں بلکہ رقص و سرود اور وجد و حال کے قصوں کو چٹخارے لے لے کر ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اب یہ خدائے عالم الغیب ہی بہتر جانتے ہیں کہ سوانح نگار حضرات شاہ جمالؒ صاحب کے معاملہ میں اپنی قلتِ معلومات کی بنا پر ان کی تصویر کا حسین رُخ پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں یا واقعات و حقائق کی تنگ دامانی ہی نے ان کو خانہ پُری پر مجبور کیا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

۴۔ مولانا جمال الدینؒ صاحب کا انتقال ۱۰۱۲ھ میں ہوا (ذکر الصادقین" قلمی صفحہ ۳ مؤلفہ علامہ صدیق اللہؒ حاجنی سنواری کشمیری و کتاب "ذکر حالات مشائخ و علمائے بانیین" قلمی صفحہ ۴۰۲ مؤلفہ شیخ احمدؒ ترالی کشمیری)

اور شاہ جمالؒ لاہوری کی وفات ۱۰۶۱ھ میں واقع ہوئی (تحقیقات چشتی صفحہ ۶۲۹

۵۔ مولانا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی کا انتقال ۱۰۱۷ھ میں (تاریخ اعظمی صفحہ ۱۱۹) اور شاہ کمالؒ صاحب لاہوری کا انتقال ۱۰۸۰ھ میں ہوا تھا (تاریخ لاہور صفحہ ۳۱۸ مؤلفہ رائے بہادر کنہیا لال لاہوری)

۶۔ تمام مورخین کشمیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت مولانا جمال الدین صاحب کشمیری سیالکوٹی کا مزار مبارک قبرستان ملہ کواہ" سری نگر میں ہے (اس کا تاریخی ثبوت اُوپر مولانا کے تذکرے میں دیکھئے) اس کے خلاف شاہ جمالؒ صاحب کا مزار اچھرہ (لاہور) کے قریب واقع ہے۔ ان تاریخی دلائل سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ مولانا جمال الدینؒ اور شاہ جمال نیز مولانا کمال الدینؒ اور شاہ کمالؒ مختلف شخصیتوں کے نام ہیں۔

Marfat.com

قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولٰنا جمال الدین سیالکوٹی

ذوالمعارف شیخ دیں ملا جمالؒ ۔۔۔ بحرِ عرفاں آیت فضل و کمال
دُرِّ دریائے علوم من لدن ۔۔۔ گنجِ اسرار و حقائق در مقال
بود تاج عارفین، دُرِّ ثمیں ۔۔۔ فاضلِ یکتا و فردِ بے مثال
پانزدہم از مہ رمضاں بہ بست ۔۔۔ محملِ رحلت بملکِ لایزال

وقتِ رحلت زد رقم رُوح الامین
فخرِ اسلام از پئے تاریخ سال

۱۰۱۲ھ

(منقول از "ذکر الصادقین" قلمی ص۳۰ مؤلفہ علامہ صدیق اللہ کشمیریؒ)

ایضاً

آہ ملا جمالؒ بدرِ کمال ۔۔۔ فاضلِ عصر و حبرِ لاثانی
رہبرِ خلق و طورِ نورِ ہدیٰ ۔۔۔ واقفِ رازہائے پنہانی
رفت خامس عشر ز ماہِ صیام ۔۔۔ شہرِ قرآن و ماہ نورانی
روحِ پاکش براوجِ علیین ۔۔۔ کرد طیران ز عالم فانی

گفت رُوح القدس زبہرِ وفات
سالِ تاریخ ظلِّ یزدانی

۱۰۱۲ھ

(منقول از "ذکر العلماء و مشائخ ربانیین" قلمی صفحہ ۲۰۴ مؤلفہ حضرت شیخ احمد ترالی کشمیریؒ)

Marfat.com

حضرت مولٰنا قاضی ابوالقاسمؒ جمالی

آپ حضرت مولٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی موصوف رحمہ اللہ کے فرزندِ جلیل تھے۔ علوم و فنون سے آراستہ اور متانت و تمیز سے پیراستہ تھے اکثر علوم اپنے عالی قدر والد سے حاصل کیے۔ دیگر علماء و فضلاء سے بھی استفادہ کیا۔

آپ حضرت قاضی محمد صالحؒ ابن حضرت قاضی موسیٰ[۱] شہید رحمۃ اللہ علیہ کے

---

[۱] حضرت قاضی موسیٰ شہید قدس سرہٗ علم و عمل اور دنیاوی جاہ و حشم کے لحاظ سے اونچے درجہ کے بزرگ تھے یعقوب خاں چک والیٔ کشمیر نے جو نہایت غالی اور متعصب شیعہ تھا، آپ کو حکم دیا کہ وہ سنیوں کو اذان میں اَشْہَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللہِ کے اضافہ کی ترغیب دیں لیکن حضرت قاضی شہیدؒ نے یعقوب خاں کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر یعقوب خاں نے حضرت قاضی صاحبؒ کو شہید کرا کر آپ کی نعش مبارک کو ہاتھی کی دم سے باندھ کر شہر میں گشت کرایا تاکہ شہر کے عوام و اعیان کو دہشت زدہ اور مرعوب کیا جائے۔ اس واقعۂ ہائلہ کا اثر یہ ہوا کہ کشمیر کے عوام و خواص میں اشتعال و ہیجان پیدا ہو گیا اور حضرت مولٰنا الشیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ (جو شیخ المحدثین علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) اور حضرت داؤد بابا خاکی رحمہ اللہ علیہ غیرتِ دین کے جوش میں اکبر بادشاہ کے پاس دہلی پہنچے اور بادشاہ کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور چند معقول شرائط پر اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اکبر بادشاہ نے کشمیر پر قبضہ کر کے یعقوب خاں چک کو گرفتار کر لیا۔ حضرت قاضی شہیدؒ کی شہادت کا یہ الم انگیز اور دردناک واقعہ ۹۹۳ھ میں پیش آیا۔ (تاریخ کبیر کشمیر فارسی صفحہ ۲۹۱) اکبر بادشاہ نے کشمیر پر ۹۹۴ھ میں قبضہ کیا (علمائے سنی کا شاندار ماضی جلد ۲ صفحہ ۲۰۳) اور یعقوب خاں لنگھانی جو چار پانچ سال تک روپوش ہو کر شورش کرتا رہا ۹۹۹ھ میں گرفتار ہوا (شاندار ماضی ۲۰۳)۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

داماد تھے۔ شاہ جہان کے عہدِ حکومت میں کشمیر کے قاضی تھے۔ اپنے فرائض منصبی کو دیانت و امانت اور احتیاط سے سرانجام دینے کے بعد انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجدؒ کے مقبرہ میں دفن ہوئے (تاریخ اعظمی فارسی ص ۱۳۴)

"تاریخ کبیر کشمیر" کے صفحہ نمبر ۲۹۳ میں لکھا ہے :-

"قاضی ابو القاسمؒ خلفِ ارشد و شاگرد مولٰنا جمال الدین سیالکوٹی و داماد نیک نہاد قاضی محمد صالحؒ ابن قاضی موسیٰؒ شہید بود و از پیشِ عمّ خود مولٰنا کمال الدینؒ سیالکوٹی ہم اخذِ تعلیم صوری و معنوی نمودہ بود و از علماءِ دیگر ہم استفادہ کردہ برمنصب قضا و امینی عدالت اعتبار کلی حاصل فرمود و در موضع صفاپور حدیقہ آبائی کہ بہ "باغ قاضی" مشہور است چوں رحلت کرد در مقبرۂ پدر بزرگوار خود کہ در "ملکھواہ" واقع است بخوابِ آخرت آسود"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) واقعۂ شہادت کے سلسلہ میں یہ ایمان افروز واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ جب یعقوب خاں کے نمک خوار پٹھو حضرت شہیدؒ کی نعش مبارک کو گشت کراتے ہوئے آپؒ کے درِ دولت کے پاس سے گذرے تو آپؒ کی بوڑھی والدہ ماجدہؒ اپنے لختِ جگر کو آخر نظر دیکھنے کے لیے مکان سے باہر آئیں، اور اپنے مقدّس بیٹے کو دیکھ کر نہ ماتم کیا، نہ واویلا، نہ ضربِ خدود، نہ شقِ جیوب، بلکہ :-

"شکر و سپاس بدرگاہ پروردگار بجا آوردہ کہ فرزند دلبندش سرِ خود را در راہِ اُو دادہ شہید گردید" (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۲۹۲)

رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهَا وَعَلٰی ابْنِهَا رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

Marfat.com

آپکے شاگردوں میں بڑے بڑے باکمال بزرگ گزرے ہیں۔ چنانچہ کشمیر کے مشہور عارف باللہ بزرگ حضرت بابا مجنون نروری (نروره سری نگر کا ایک محلہ ہے) حضرت قاضی ابوالقاسمؒ کے شاگرد تھے :۔

"بابا مجنونؒ نروری جامعِ علوم ظاہریہ و باطنیہ شاگرد قاضی ابوالقاسمؒ خلف مولنا جمال الدینؒ بود از خدمتِ مولنا جمال الدینؒ ہم استفادہ کرد" (تاریخ اعظمی ص۱۴۷)

اور حضرت بابا مجنونؒ نروری زبدۃ المساکین والعارفین حضرت بابا مسعودؒ[1] نروری (کشمیر کے عظیم بزرگ کے پوتے تھے) (تاریخ کبیر کشمیر ص۲۰۰)

---

[1] حضرت بابا مسعودؒ نروری سہروردی حضرت سید محمد کربانی رحمہ اللہ (مدفون محلہ تاشوان متصل اُردو بازار سرینگر) کے خلفاء اور شہر کے اغنیاء میں سے تھے۔ احیاءِ سنت اور ردِ رفض و بدعت کے سلسلہ میں آپؒ کے کارنامے مشہور ہیں (اعظمی ص۱۱۲ کبیر ۱۷۶/۱۷۷)

راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے نانا پیر احمد شاہ صاحب مرحوم (متوفی ۱۹۰۶ء) حضرت بابا مسعودؒ نروری کی اولاد سے تھے (تاریخ اقوامِ کشمیر جلد اول ص۳۵۸)

حضرت علامہ مولنا پیر محمد انور شاہ صاحب محدث کشمیری صدر المدرسین دار العلوم دیوبند (متوفی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ) اور حضرت پیر محمد عبدالغفار شاہ صاحب کشمیری لاہوری (متوفی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء) بھی حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں سے ہیں۔

کشمیر کے مشہور سیاسی رہنما شیخ محمد عبداللہ صاحب سلمہٗ کے دست راست مولنا محمد سعید صاحب مسعودیؒ سلمہ اللہ بھی مسعودی خاندان سے ہیں۔

متحدہ ہندوستان کے مشہور شاعر اور ادیب آغا حشر کاشمیری مرحوم (متوفی ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء مدفون قبرستان میانی صاحب لاہور) بھی اسی خاندان کے ایک فرد تھے۔ (تاریخ اقوام کشمیر جلد اول صفحہ ۳۵۷)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

حضرت بابا مجنونؒ نزوری کی تاریخِ وفات "سنون دین افتاد" سے نکلتی ہے۔
(تاریخ اعظمی ص۱۴۷ تاریخ کبیر ص۲)   ۱۰۶۶ ھ

حضرت مولانا قاضی محمّد عارف رحمۃُ اللہ

آپ حضرت مولانا قاضی ابوالقاسمؒ جمالی کے صاحبزادہ اور حضرت مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے پوتے تھے۔ بادشاہ شاہ جہاں کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر ایران تشریف لے گئے۔ بادشاہ کے مقرب ترین اور ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ علوم و فنون میں فاضل تھا، قلم کے دھنی اور شعر و سخن کے فن میں فردِ بے مثال تھے۔

خواجہ محمد اعظم مرحوم تاریخ اعظمی ص۱۷۲ میں ان کی نسبت رقمطراز ہیں:-

"قاضی محمّد عارف خلف قاضی ابوالقاسمؒ نبیرۂ مولانا جمال الدینؒ است کہ ذکرش گذشت۔ در زمانِ شاہ جہانی بیاوری اقبال پیش آمدہ بعنایاتِ سلطانی امتیاز حاصل نمود بتقریبِ وقائع نگاری سفارتِ ایران سلاطینِ آں جا را بحسنِ لطائف جواب دہ بود۔ باوصفِ مشاغلِ دنیوی بہرۂ تام از سخندانی داشت ایں رباعی را باستشہادِ آں در صحیفہ برنگاشت۔

رباعی

خواہم ازیں نشیب و پستی برہم
وز ننگ خودی و خود پرستی برہم
یک جرعہ ز جامِ نیستی نوش کنم
از کشمکشِ خمارِ ہستی برہم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) حضرت بابا مسعودؒ نزدری اور حضرت بابا مجنونِ نزدریؒ دونوں بزرگوں کے مزارات محلہ نزدرہ سری نگر کشمیر میں ہیں۔

Marfat.com

وَلَہٗ

نازاں و برتر بہ بخشد کام

کہ دہد جلوہ کبریائی را

زاں توقف کند کہ دریابی

ذوق دریوزہ گدائی را

"چنانکہ بمکتوبے از جناب عُروۃ الوُثقیٰ شیخ محمد معصوم[1] سرافراز است و آں مکتوب در جلد ثالث مرقوم است"

"تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۲۹۶ میں بزمرۂ علماء و فضلاء حضرت محمد عارف رح صاحب کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں ملتا ہے :-

"صاحبِ کمال در علوم و فنون از مقربانِ شاہ جہاں بود در ایران رفتہ"

---

[1] حضرت خواجہ محمد معصوم رح صاحب سرہندی (متوفی ۱۰۷۹ھ) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے حضرت قاضی محمد عارف رح کے ایک سوال کے جواب میں مکتوبِ گرامی رقم فرمایا تھا جس کا آغاز بایں الفاظ ہوتا ہے :-

"بقاضی عارف رح کشمیری سُبحانہٗ و تعالیٰ جناب کمالات دستگاہ فضائل و فواضل پناہ را بشمولِ عنایاتِ خویش داشتہ بمعارج قرب ترقیاتِ بے اندازہ کرامت فرماید"

(مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۵ صفحہ ۱ مطبوعہ امرت سر)

ان گراں قدر الفاظ سے جو ایک مشہور فی الآفاق ولی اللہ کے قلم سے نکلے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب رح کے مقام بلند کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

ذفائع نگاری با سلاطینِ صفوی بحسنِ کلام جواب وسوال می کرد از جنابِ شیخ محمد معصومؒ سرہندی یک مکتوب بنام اُو مسطور است کہ در جلد سوم مکتوبات شریفہ موجود است۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۳ میں شعراءِ نامدار کے زمرہ میں بھی آپ کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے۔

سوءِ ظن اور اُس کی حقیقت

اس مقام پر یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ بعض تاریخی کتابوں میں ایک واقعہ کے سلسلے میں حضرت قاضی محمد عارف صاحب اور ان کے والدِ گرامی قدر حضرت قاضی ابوالقاسمؒ کی طرف سہل انگاری اور مُداہنت کو منسوب کیا گیا ہے جو محض غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ :-

"کشمیر کی فضا میں تبرّا جیسے خلافِ عقل و تہذیب اور زہریلے مرض نے وبائے عام پیدا کر دی تھی۔ حق اور ناحق کی حمایت میں طرفین سے کشت وخون کا بازار گرم ہوا۔ شاہ جہاں بادشاہ کا عہدِ معدلت مہد تھا۔ حاکم و ناظم کشمیر ظفر خاں تھے۔ بمشکل بلوہ فرو کیا گیا۔ قاضی محمد عارفؒ اور قاضی ابوالقاسمؒ کا عدالتی بورڈ مقدمہ کے تصفیہ کے لیے بیٹھا۔ زیادتی اہلِ تشیّع کی ثابت ہوئی مگر اہلِ تشیّع کا رعب یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ ان قاضیوں کی ہمت نہ پڑی کہ اہلِ تشیّع کو سزا دیں" (علمائے ہند کا شاندار ماضی" جلد اوّل ص ۴۸۵-۴۸۶ مؤلفہ سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماءِ ہند دہلی)

یہاں تک تو خیر ٹھیک ہے کہ تبرائی بلوائیوں کو دونوں[1] قاضیانِ ذوی الاحترام مجرم

---

[1] تاریخ اعظمی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت قاضی ابوالقاسمؒ کے ساتھ رہا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

قرار دینے کے باوجود سزا نہ دے سکے ؛ اس لیے کہ تبرائیوں کا زعنہ بہت بڑھا ہوا تھا لیکن بقول خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم کشمیر کا صوبیدار تبرائی مجرموں کو پیش کرنے میں سہل انگاری کر رہا تھا۔ چنانچہ تاریخ اعظمی کے الفاظ یہ ہیں :۔

"دراحضار آنہا از طرف صوبدار اندک مُساہلہ رو دادہ مردم بشورش آمدہ اند وقاضی (ابوالقاسمؒ) را منسوب بمداہنہ نمودہ" ص ۱۳۸)

پس تساہل و مداہنہ کا الزام اگر عاید ہو سکتا ہے تو وہ صوبیدار کشمیر پر عاید ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور رہتی اور جج کا کام یہ ہے کہ وہ ملزموں کے خلاف لگائے گئے الزامات کی چھان بین کرے۔ اگر وہ مجرم ثابت ہو جائیں تو اُن کو پھانسی پر لٹکائے یا جیل بھیجنے کا فرض اس محکمہ یا حکومت کے اس با اختیار افسر پر عاید ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں سیاسی اور فوجی قوت ہو۔ اس کا فرض ہے کہ وہ عدالت کے فیصلہ کو نافذ کرے۔

اور ظاہر ہے کہ قاضی صاحبان موصوف الصدر (یا قاضی ابوالقاسمؒ) نے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا غفلت نہیں برتی، بلکہ اُنھوں نے مجرموں کو صاف لفظوں میں مجرم قرار دیا اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ جو لوگ کر سکتے تھے انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ یا اگر حُسن ظن سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ نہیں کر سکے۔

.. ..

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ سے آگے) پیش آیا تھا۔ لیکن علمائے ہند کا شاندار ماضی کے فاضل مؤلف نے اس سلسلہ میں حضرت ابوالقاسمؒ کے علاوہ ان کے صاحبزادہ حضرت قاضی محمد عارف کا نام بھی لیا ہے۔ معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے۔

Marfat.com

علامۂ مشرقین، معلمِ ثقلین، مطلعِ انوارِ لایزال،
حضرت اخوند مولنا ابو الرضا کمال رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولنا جمال الدین بڈشاہی کی اولاد میں سے اور حضرت مولنا جمال الدین سیالکوٹی کے چھوٹے حقیقی بھائی اور حضرت بابا فتح اللہ حقانی کے داماد تھے۔ آپ اپنے وقت کے شہرۂ آفاق علماء و صلحاء میں سے تھے۔ ساری عمر درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں گذاری۔ چند تاریخی کتابوں کے حسبِ ذیل اقتباسات سے حضرت مولنا کی سیرۃ، آپ کی علمی خدمات اور عملی کمالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (آپ کے نسب اور مدفن اور اس سلسلہ میں بعض مورخین کی غلط فہمیوں کا تذکرہ اقتباساتِ مذکورہ نقل کرنے کے بعد کیا جائے گا)

خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری کشمیری مرحوم تاریخ اعظمی کے صفحہ ۱۱۹ میں زیرِ عنوان "مطلعِ انوارِ لایزال" فرماتے ہیں:-

۱- "برادر مولنا جمال است۔ حلالِ دقائق و کشافِ حقائق بود۔ نسبت علمی غالب داشت چنانچہ برادر عالی قدرش را جہتِ تقوی راجح بود۔ با وصفِ آں مجموعۂ علم و عمل و زہد و تقویٰ بود علاقۂ دامادی بخدمت بابا فتح اللہ بارادتِ معنوی جمع کردہ و سلوکِ باطن در صحبتش نمودہ بعدِ آں در خدمتِ بابرکت حضرت خواجہ عبد الشہید[1] نقشبندی احراری کہ از احفادِ امجاد مقرب پروردگار حضرت خواجہ

---

[1] متوفی ۹۸۲ھ (منقول از سفینۃ الاولیاء صفحہ ۲۳۴)

Marfat.com

عبیداللہ[۱] احرار است رسید و بہرہ مند کمالات گردید۔ در سیالکوٹ ولاہور مسندِ افادۂ علوم برآراست۔ و عالمے از فیض خدمتش بصاحب کمال رسید۔ بہ سبب درس فن وحکایات آنہا در مدرسہ وادمشہور است وکراماتش در افواہ مذکور۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندیؒ[۲] فاروقی ہم اوائل حال کسب علوم صوریہ در صحبت او کردہ و علماء بسیار مثل مولنا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی[۳] از خدمتش مستفید گردید۔ چوں اجل موعودش رسید در لاہور رحلت فرمود وہمانجا آسود در سنہ ہزار وہفدہ۔ تاریخ وصال چنیں است ؎

ملحق حق قطب وتاج اولیا ملا کمال

۱۰۱۷ ھ

جناب مولوی حاجی محی الدین صاحب مسکینؒ سرائے بلی کشمیری مرحوم لکھتے ہیں :-

۲ - "ملا کمال الدینؒ از کردۂ برادر خود کمال داشت و از خدمت خواجہ عبدالشہیدؒ احراری نقشبندی

---

۱ متوفی ۸۹۵ھ

۲ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات محتاجِ توصیف و تعارف نہیں۔ آپ کا مزارِ مقدس سرہند شریف (بھارت) میں مرجع انام ہے۔ سن وفات ۱۰۳۴ھ ہے۔ حضرت ملا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ مشہور جلیل القدر عالم فاضل تھے۔ آپ کی بلند پایہ تصانیف عالم اسلامی میں خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ شاہ جہاں بادشاہ کے مشیرِ خاص تھے۔ بادشاہ نے دو مرتبہ ان کی برابر سونا تول کر آپ کی خدمت میں پیش کیا اور بہت کچھ جاگیر وعطیات پیش کیے۔ ماضی" جلد اول صفحہ ۲۹۵)

۳ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ سرہٗ کو سب سے پہلے آپؒ ہی نے مجدد الف ثانی فرمایا تھا۔ (سفینۃ الاولیاء مؤلفہ شہزادہ دارا شکوہ صفحہ ۲۶۱)

Marfat.com

بکمالاتِ ظاہری و باطنی فائز گردید عمر خود را در سیالکوٹ ولاہور درس تدریس و تعلیم صوری و معنوی صرف نمود۔ و اَجِنّہ از خدمتِ آنجناب کامیاب می شدند شاگردان برجستہ بہم رسانید و حضرت مجدّد الفِ ثانی سرہندی و ملّا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما از شاگردانِ دے اندو در سال یک ہزار دہفدہ ندائے اِرْجِعِیْ شنیدہ رختِ انتقال برجستہ در شہر لاہور مدفون گردید۔ (تاریخ کبیر کشمیر ص۱۷۱)

میر سعد اللہ خان صاحبؒ کشمیری شاہ آبادی فرماتے ہیں :۔

۳۔ ملّا کمال الدینؒ برادرِ ملّا جمال الدینؒ عالمِ بے نظیر بود۔ ملّا عبد الحکیمؒ سیالکوٹی و شیخ احمد سرہندی او مستفیدانِ ایشاں اند الخ رحلت فرمودہ در لاہور مدفون است نسبِ ایشاں صدیقی است و صحیح ترین ایں قول است" (تاریخ باغ سلیمانی قلمی ص۲۱)

ملّا احمد بن الصّبور کشمیری لکھتے ہیں :۔

۴۔ "ملّا جمال الدینؒ و ملّا کمال الدینؒ ہر دو برادر جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی بودند۔ نسبِ ایشاں صدیقی گفتند و ایں صحیح ترین است" (تاریخ ہادی قلمی ص۲۰)

شیخ عبد الوہاب نوری کشمیری فرماتے ہیں :۔

۵۔ مولٰنا کمال الدینؒ نیز اصحاب بابا فتح اللہؒ است و داماد وے بود خوارق بسیار از وے بظہور آمدہ از یکے تلامذۂ دے منقول است کہ در بلدۂ لاہور بمدرسِ پیرش ملّا محمد رضاؒ المعروف بہ "حکیم دانا" بودم کہ روزے مردِ نورانی در پیش مولانا کمال الدینؒ باستفادۂ علمی پیش آمد۔ چوں باکسے از تلامذہ آشنا نہ بود متفحص حالِ بے شدند۔ مولٰنا مطلع آں شدہ بزجر و توبیخ منع ازاں فرمود تاکسی واقفِ ایں سِر نشود پس بمقتضائے " الانسان

حریصٌ علیٰ ما مُنِعَ بعد فراغ درپیش بعضے یاراں درعقب مے شدند۔ دیدند کہ دریک مُفردہ بمطالعہ مشغول است۔ چوں آنہا را بد بد بسیار مُتاذّی شد و گفت کہ از افشاءِ ایں راز صحبتِ اُستاد محروم ساختند (الیٰ اٰن قَالَ) بعد ازاں در مجلسِ علماء حاضر نہ شد۔ مولناؒ ازیں جہت ازاں منع کردہ بود کہ ایذاءِ مؤمن حرام است۔ (قَدَّسَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِسِرِّہِ الاَقْدَسِ)

"نفحاتِ کبرویہ" مخطوطہ صـ۲۱۴)

پیر حسن شاہ صاحب کشمیری مرحوم متوفی ۱۳۱۶ھ اپنی کتاب "تاریخ حسن" حصہ سوم بعنوان "اسرار الاخیار" قلمی کے صـ۱۱۹ میں رقمطراز ہیں :-

۶ - "اخوند ملّا کمالؒ برادر ملّا جمال جلالِ دقائق و کشافِ حقائق بود۔ مرید خاص داماد باختصاصِ بابا فتح اللہ ثانی است از کردہ مولنا جمالؒ نسبتِ علمی غالب داشت و در خدمتِ بابرکت خواجہ عبداشہید نقشبندی کہ از احفادِ خواجہ عبید اللہ احرار بود رسیدہ بکمالاتِ صوری و معنوی فائز گشت پس مدۃ عمر خود در لاہور و سیالکوٹ تدریس علوم ظاہری و باطنی اشتغال نمودہ عالمے از فیوض خود فائز فرمود فرقہ اَجِنّہ ہم درخدمتِ ایشاں برائے اخذ تعلیم می آمدند۔ وحضرت مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی و مُلّا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی از شاگردانِ وے اند چوں رحلت فرمود در لاہور آسود تاریخ رحلت :-

مخفی حق قطبِ تاجِ اولیاء ملّا کمالؒ

۱۰۱۷ھ

جناب مولوی رحمٰن علی صاحب سابق ممبر اسمبلی (دیوان انڈیا) اپنی کتاب "تذکرہ علماء ہند" مطبوعہ صفحہ ۱۷۳ میں فرماتے ہیں :-

"ملّا کمال الدینؒ لاہوری برادر مُلّا جمال الدینؒ جامع علم و عمل و زہد و تقویٰ بود

Marfat.com

مدّت مدید در لاہور و سیالکوٹ بر مسندِ تدریس و تلقین متمکن بودہ افادہ و افاضۂ خلائق می نمود شیخ احمد مجدّد الف ثانیؒ و ملّا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی از ارشد تلامذۂ وے اند لبسالِ ہزار و ہفدہ ہجری در بلدۂ لاہور وفات یافتہ مگر فی زمانہ قبرش مفقود است۔ تاریخ فوتش چنیں است:-

ملجیٔ حق قطب و تاج اولیاء و ملّا کمال

۱۰۱۷ھ

مولانا فقیر محمّد صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر و مالک "سراج الاخبار" جہلم نے اپنی کتاب "حدائق الحنفیہ" کے صفحہ ۴۰۱ میں مولانا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹیؒ کے متعلق تحریر فرمایا ہے:-

۸ - "آپ مولانا جمال الدینؒ کے بھائی تھے بڑے عالم فاضل اور شیخ کامل، حلّالِ دقائق، کشّافِ حقائق، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ جس طرح آپؒ کے بھائی کی جہت تقوی غالب تھی، اسی طرح آپ کی نسبت علم غالب تھی اور باوجود اس کے آپ مجموعۂ علم و عمل و زہد و تقویٰ تھے۔ مدّت تک سیالکوٹ و لاہور میں مسندِ تحریر و تلقین پر متمکن رہ کر دور اور نزدیک کے لوگوں کو علوم ظاہری و باطنی سے مستفید فرماتے رہے۔ چنانچہ شیخ احمد مجدّد الف ثانیؒ اور مولانا عبدالحکیمؒ سیالکوٹیؒ نے علوم ظاہری آپ سے ہی حاصل کر کے کمال حاصل کیا۔ وفات آپ کی ۱۰۱۷ھ میں شہر لاہور ہی میں ہوئی۔ لیکن قبر آپؒ کی فی زمانہ مفقود الخبر ہے۔

"حدیقۂ فیض" آپؒ کی تاریخ وفات ہے۔

۱۰۱۷ھ

مولانا ابوالحسنات صاحب ندوی اپنی کتاب "ہندوستان کی قدیم اسلامی

Marfat.com

درسگاہیں" کے صفحہ ۲ ۹ میں لکھتے ہیں کہ :-

۹ - "لاہور کی علمی ترقی دہلی پر مقدم ہے لیکن کچھ دنوں کے لیے دہلی کے مقابلے میں اس کا چراغ ٹمٹماتا رہا۔ آخر میں پھر اس کو ایک مرتبہ فروغ حاصل ہوا جس کا سبب مولنٰنا کمال الدین کشمیریؒ مولانا جمال الدینؒ تلہؒ، مفتی عبدالسلامؒ اور ملاّ عبدالحکیم سیالکوٹی جیسے نامور علماء کی ذات ہے۔ ان بزرگوں کے فیض سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوئے"

منشی محمدالدین صاحب فوقؔ لاہوری مرحوم نے حضرت مولنٰنا کمال الدینؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات قدرے تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ فوقؔ صاحب مرحوم نے ایک مقام پر لکھا ہے :-

۱۰ - اکبر بادشاہ نے جب کشمیر کو سلطنتِ ہند کے ساتھ ملحق کر لیا تو وہاں مغل گورنر مقرر ہونے لگے جن کو ناظم یا صوبیدار کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں کشمیر کے ایک جیّد عالم کسی بات پر اکبری گورنر سے ناراض ہو کر سیالکوٹ چلے آئے جہاں ان کے ہم وطن اس زمانہ میں موجود تھے۔ جب تاتار خاں حاکم لاہور تھا اور ہندوستان کا تخت شیر شاہ سوری کے پاؤں چوم رہا تھا اور کشمیر کے شیعہ چک بادشاہ علماء اہل سنّت سے اس قدر ظلم و تعصب سے پیش آ رہے

ا مولنٰنا جمال الدینؒ تلہ لاہور کے باشندہ اور مولنٰنا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے علاوہ ایک اور بزرگ تھے۔ آپؒ حضرت ملاّ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ (اُچ والے) کے شاگرد تھے (منتخب التواریخ "ملاّ عبدالقادر بدایونی ص۱۲۱) اکبر کے زمانہ میں سکتاہ اس جگہ واقع تھا جہاں آج کل ہسپتال اور ہسپتالِ زن چند ہے۔ آپؒ کی اس محلّہ میں عظیم الشان درس گاہ تھی "مجلّہ نقوش" لاہور کا "لاہور نمبر" (صفحہ ۴۶۴، صفحہ ۴۶۵)

Marfat.com

تھے کہ کئی سُنّی مسلمان ظلم و جبر برداشت نہ کر سکنے کی بنا پر جلا وطنی کے لیے مجبور ہو جاتے تھے۔ اس جیّد عالم اور اس فاضل بزرگ کا نام مولٰنا کمال الدینؒ تھا۔

سیالکوٹ اس وقت راجہ مان سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ اس کا کردار بڑی عزّت سے پیش آیا اور عوام النّاس خصوصاً ان کے ہم وطنوں نے مولٰنا کمال الدینؒ کے آنے پر بڑی خوشی ظاہر کی کشمیر کی تاریخوں میں مولٰنا کے تفصیلی حالات درج ہیں، ان کا کچھ خلاصہ درج ذیل ہے :۔

"مولٰنا کمال الدینؒ مولانا جمال الدینؒ کے بھائی اور حضرت بابا فتح اللہؒ کے مرید و داماد تھے۔ خواجہ عبدالشہیدؒ احراری نقشبندی کے ارادت یافتہ بھی تھے۔ انہی دو بزرگوں کے فیضِ صحبت اور توجّہ ظاہری و باطنی سے

"علّامۂ مشرقین اور معلّمِ ثقلین"

مشہور تھے حضرت بابا داؤدؒ مشکواتی "اسرارالابرار" میں آپ کے حالات میں لکھتے ہیں ؎

جنّ و انس اندر تعلّم پیشِ آں آگاہ بود
اُو رضاً مُلّا کمالؒ ازیں درگاہ بود

کشمیر کے بہت سے تذکروں میں لکھا ہے کہ مولٰناؒ کو عالمِ جنّات پر بھی فتوحات حاصل تھیں۔ ہم صرف "اسرارالابرار" سے (کہ عہد شاہ جہاں کی تصنیف ہے) اور اس کے مصنّف بابا داؤدؒ مشکواتی نے مولٰنا کمال الدینؒ کے ایک شاگرد سے ملاقات کی ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں :۔

بابا داؤد مشکواتی لکھتے ہیں " میں ایک مرتبہ اپنے پیر کی خدمت میں تبّت کے ملک میں تھا، وہاں مولٰنا کمال الدینؒ کے ایک شاگرد سے ملاقات ہوئی جس نے

Marfat.com

مولانا کمال رح کے کمال کی بہت سی باتیں بیان کیں۔ اس نے بیان کیا کہ میں مولانا کمال الدین کے مدرسہ لاہور میں پڑھتا تھا۔ محمد رضا کہ اپنی حکمت و دانائی اور اپنے تبحرِ علم کی وجہ سے "حکیم دانا" کے نام سے زیادہ مشہور تھے اور جو مولانا کے فرزند تھے اور میرے ہم سبق۔ مولانا ہم سب کو درس دے رہے تھے کہ ایک مردِ نورانی نے مولانا رح کی خدمت میں آکر تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا رح نے بخوشی قبول فرمایا۔ چونکہ اس شخص کو پہلے کسی نے دیکھا تک نہ تھا اور اس کے چہرہ سے نُور برس رہا تھا۔ اس لیے طلبہ نے تعجب سے اس کا وطن وغیرہ پوچھا اور سفر کی کیفیت دریافت کی۔ مولانا رح کو خبر ہوئی تو آپ رح نے طلبہ کو دریافت حالات اور استفسارات سے منع فرمایا۔ چونکہ انسان حریص ہے خصوصاً جس بات سے اس کو منع کیا جائے اس کی خواہش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے ہم سب نے درس کے بعد اس کو گھیر لیا۔ اور اس سے پھر وہی استفسار کیا۔ ہمارے استفسارات سے تنگ آکر اس مردِ نورانی نے ایک جُست لگائی اور مدرسہ کی دیوار کو ایک ہی چھلانگ میں طے کر لیا۔ ہم سب انگشت بدنداں رہ گئے اور ہمت کر کے اس کے پیچھے دوڑے۔ دیکھا کہ ایک گڑھے میں بیٹھا ہوا کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس نے خفگی کے لہجہ میں کہا تم نے کیوں ایسا کام کیا کہ مجھ کو ایسے قابل اُستاد کی صحبت سے محروم ہونا پڑا۔ ہم نے کہا تمھارا راز افشا نہ کریں گے تم اُستاد کی صحبت ترک نہ کرو۔ اس نے کہا ہمارے آداب رسوم کے یہ خلاف ہے کہ جہاں ہمارا راز ظاہر ہو جائے وہاں ہم اپنی بود و باش رکھیں۔ یہ کہہ کر وہ پھر ایسا غائب ہوا کہ کبھی اس کی صورت نظر نہ آئی۔

جب اس واقعہ کا علم مولانا کمال الدین رح کو ہوا تو انھوں نے فرمایا :-

Marfat.com

اسی خیال سے منع کیا تھا کہ ایک مومن بھائی کو تکلیف دینا حرام ہے مگر تم لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا۔

مولانا کمال کے شاگرد کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ سیالکوٹ کے مولانا لاہور میں بھی ایک درس گاہ رکھتے تھے اور یہ کہ لوگ دور دور سے حصول علم کے لیے آپ کے پاس کھنچے چلے آتے تھے۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فوق صاحب مرحوم لکھتے ہیں :-

"شیر شاہ سوری کے زمانہ سے لے کر اکبر کے ابتدائی عہد تک میاں وارث کشمیری سیالکوٹ کا ایک نامور مالگذار اور جاگیردار گذرا ہے۔ مولانا کمال الدین نے اس کی عالی شان مسجد میں قرآن و حدیث اور دیگر علوم کا درس جاری کیا۔ جہاں علوم کے پیاسے جوق در جوق آکر سیراب ہونے لگے۔ مولانا کے فیض صحبت اور تعلیم کی برکت سے فقہ، حدیث، تفسیر اور منطق و فلسفہ میں ایسے ایسے نامور لوگ پیدا ہوئے کہ مولانا کی کمال کی شہرت ہوگئی۔ جن شاگردوں نے اُستاد کا نام روشن کیا۔ ان میں ایک مولانا عبدالحلیم رح سیالکوٹی بھی تھے "تاریخ سیالکوٹ" میں جو دوسری تاریخوں کی نسبت واقعاتِ سیالکوٹ کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہونی چاہیے تھی۔ مولانا عبدالحکیم کے اُستاد کا نام عبدالکریم درج ہے، حالانکہ دیگر تمام قدیم و جدید تذکرے مولانا عبدالحکیمؒ کے اُستاد کا نام مولانا کمال الدین بتا رہے ہیں جو صحیح و درست ہے۔ مولانا کمال الدینؒ کا سن وفات ۱۰۱۰ھ بعہد جہانگیری بتایا جاتا ہے۔ آپ نے سیالکوٹ[1] میں انتقال فرمایا۔ مگر مزار کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

---

[1] یہاں سیالکوٹ کا سہواً لکھا گیا ہے۔ مولانا کا انتقال لاہور میں ہوا تھا۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

Marfat.com

(منقول از کتاب "ملک العلماء مولانا عبد الحکیم" صفحہ ۵ تا صفحہ ۱)

پھر اسی کتاب (ملک العلماء) کے صفحہ ۸۰ میں فوقؔ صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں :۔

(۱) "اخوند ملا کمال مولانا جمال کے چھوٹے بھائی، مولانا عبد الحکیم و حضرت مجدد الف ثانی اور نواب سعد اللہ خان وزیر شاہجہان جیسے نامور شاگردوں کے استاد تھے۔ شیخ کامل، حلال دقائق، کشاف حقائق، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) خود فوقؔ صاحب مرحوم نے بھی اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر لاہور ہی لکھا ہے۔

۱۔ آپ اصل میں چنیوٹ (پنجاب) کے باشندہ تھے۔ پھر لاہوری ہو گئے۔ آپ حافظ قرآن، علوم نقلیہ و عقلیہ کے ماہر، نیک، پرہیزگار، غریب پرور اور رحم دل وزیر اعظم تھے۔ شیخ سعد اللہ لاہوری کے نام سے مشہور تھے۔ بعد میں "علامی سعد اللہ خان" کے نام سے شہرت پائی۔ ۱۰۶۶ھ میں عارضہ فالج میں مبتلا ہوئے۔ بادشاہ نے شاہی اطباء سے علاج کرایا۔ بادشاہ کئی دفعہ عیادت کے لیے آپ کے مکان پر آیا، لیکن ملا صاحب جانبر نہ ہو سکے۔ آخر جمادی الاخریٰ ۱۰۶۶ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کی وفات پر بادشاہ زار و قطار رویا۔ علامی صاحب پہلے خستہ حال تھے۔ ان کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ ان کے استاد (مولانا کمال الدین) نے ان کی نسبت فرمایا "بادشاہ کے وزیر اعظم کو بلاؤ"۔ طلبہ کو تعجب ہوا تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہی سعد اللہ جو اس وقت خستہ حالت میں ہے وزیر اعظم ہوگا۔ ("علمائے ہند کا شاندار ماضی" جلد اول صفحہ ۳۵۵ صفحہ ۳۶۱ کا حاشیہ) اس واقعہ سے حضرت مولانا کمال الدین کا صاحب کشف ہونا بھی ظاہر ہے۔ علامی صاحب موصوف سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے استاد بھی تھے۔ (کتاب مذکور صفحہ ۳۵۶ کا حاشیہ بحوالہ "احکام عالمگیری" صفحہ ۴۳ فٹ نمبر ۱۲۶)

Marfat.com

مجموعۂ علم و عمل و زہد و تقویٰ تھے۔ مگر نسبتِ علمی بہت غالب تھی۔ سیالکوٹ اور لاہور میں مدت تک مسندِ تلقین و تدریس پر متمکن رہ کر دور و نزدیک کے لوگوں کو علوم ظاہری و باطنی سے مستفیض کرتے رہے۔ اکبر اور جہانگیر کے دربار میں بڑی وقعت تھی۔ ۱۰۱۱ھ میں لاہور میں ... آپ حضرت شیخ یعقوب[1] صرفی اور حضرت بابا داؤد خاکی[2] وغیرہ مشائخ کے ساتھ

---

[1] حضرت شیخ صرفی رحمۃ اللہ علیہ کشمیر کے عظیم و جلیل القدر علماء و مشائخ میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسمِ گرامی خواجہ حسن عاصمی گنائی تھا۔ جو سلطنتِ کشمیر کے بہت بڑے رکن تھے۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی عرف مولانا جامی رح (متوفی ۱۸ محرم ۸۹۸ھ) کے شاگردِ رشید مولانا محمد رح سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی اور حضرتِ استاد کی پیش گاہ سے "جامی ثانی رح" کا خطاب حاصل کیا۔ پھر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے اور حضرت امیر کبیر سید رح ہمدانی کی روحانیت سے اُویسی نسبت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد شیخ کمال الدین حسینی خوارزمی کی خدمت میں ارادت و بیعت کے لیے حاضر ہوئے مگر شیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسین خوارزمی رح کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیا جو سمرقند میں قیام فرما تھے۔ حضرت شیخ صرفی رح سمرقند پہنچ کر شیخ کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو حضرت شیخ رح نے دروازہ پر استقبال کیا۔ پھر بیعت سے مشرف فرما کر مطبخ کے لیے لکڑیاں چیننے کی خدمت سپرد کی، تھوڑے ہی عرصہ میں درجۂ کمال حاصل کر کے خرقۂ خلافت سے فائز المرام ہوئے۔ پھر وطن اصلی (کشمیر) میں تشریف لا کر سلسلہ ارشاد جاری کیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے شیخ کی زیارت کے لیے دوبارہ سمرقند پہنچے اور حضرت شیخ کی رفاقت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر واپسی میں مشہدِ مقدس پہنچے۔ اس زمانہ میں بادشاہ طہماسپ صفوی کا دور دورہ تھا جو متعصب شیعہ تھا، اور اگرچہ اس نے اپنی مخصوص اغراض کے تحت افغانیوں کو ہندوستان سے ختم کرنے کے لیے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

شیعہ بادشاہ کشمیر کے ظلم سے تنگ آ کر پنجاب میں آ گئے تھے۔"

مولانا کا نسب

قارئین کرام حضرت مولانا جمال الدین صاحب سیالکوٹی کے تذکرہ میں دو بزرگوں کے اشتراکِ اسمی اور قربِ معاصرت سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کی مثال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اسی قسم کی غلط فہمی بعض مؤرخین کو حضرت مولانا کمال الدینؒ صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) [illegible]

Marfat.com

سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کے بارے میں بھی ہوئی ہے ۔ چنانچہ ڈاکٹر جی، ڈی ، (غلام محی الدین)[1] صوفی حال مقیم کراچی نے "کشمیر" کے نام سے انگریزی زبان میں "کشمیر" کی جو تاریخ دو ضخیم جلدوں میں لکھی ہے اور جس کو پنجاب یونیورسٹی لاہور نے شائع کیا ہے ۔ اس کی جلد دوم میں انھوں نے "مولنا کمال الدین" کے زیرِ عنوان کتاب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) "صوفی" لکھا گیا ہے ۔ حضرت قدس سرہ کے بلند پایہ صوفی ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے ۔ اس لحاظ سے آپ کو صوفی کہا جاتے تو بجا ہے ۔ لیکن آپ "صرفی" ہی کے نام سے مشہور تھے "صرفی" آپ کا تخلص تھا (تاریخ کبیر کشمیر صا۱ و منتخب التواریخ مولنا عبدالقادر بدایونی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۲ ، "کتاب شاندار ماضی" کے مصنف مولنا سید محمد میاں صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی ہیں ۔)

حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہ اُن عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہیں جن کے وجود اقدس پر سرزمین کشمیر کو بجا ناز ہے ۔ آپ علم اس درجہ کا رکھتے تھے کہ کشمیر میں امام اعظم ثانی کے لقب سے مشہور تھے ۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف اور اشاعتِ سنّت و ردِ بدعات و ذکر و فکر کا شغل رکھتے تھے ۔ آپ حضرت محبوب العالم کشمیری رحمۃ اللہ کے مرید تھے ۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہٗ اور دوسرے مشائخ طریقت زیارت کے لیے ملتان دو مرتبہ تشریف لائے ۔ دوسری مرتبہ ملتان سے کابل اور وہاں سے کشمیر واپس آئے ۔ جب کشمیر میں چک شیعوں نے اہلِ سنّت پر مظالم توڑے تو حق اور اہلِ حق کی حمایت سینہ سپر رہے ۔ وفات ۹۹۴ھ میں پائی ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

[1] ڈاکٹر صاحب موصوف ۱۸۸۶ھ میں پیدا ہوئے ۔ ایم اے او ہائی سکول امرتسر میں میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے اور ۱۹۲۸ء میں پیرس یونیورسٹی سے "ڈاکٹر آف لٹریچر" کی ڈگریاں حاصل کیں ۔ آپ ایشیا اور یورپ کے ربانی (حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

"گلزارِ خلیل" مؤلفہ خواجہ حسن[1] صاحب شعری کشمیری مرحوم کے حوالہ سے مولٰنا کمال الدین رح صاحب شعری کشمیری مرحوم کے حوالہ سے مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحب بڈشاہی کے واسطہ سے چنگیز خاں کی اولاد یعنی مغل ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ مولٰنا کمال الدین صاحب مولٰنا قاضی میر محمد علی صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے نہیں بلکہ یہ مولٰنا قاضی جمال الدین صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ جن کا صدیقی النسب ہونا اوپر مولٰنا جمال الدین رح بڈشاہی اور مولٰنا جمال الدین صاحب سیالکوٹی کے تذکرہ میں تاریخی کتابوں کے حوالہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ ۱۹۲۹ء میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں دہلی یونیورسٹی کے پہلے رجسٹرار مقرر ہوئے تھے اور ۱۹۲۶ء تک اس پر فائز رہے۔ صوفیا کرام کے حالات و کوائف سے شغف رکھنے اور بچپن ہی سے اوراد و وظائف کے پابند ہونے کی وجہ سے صوفی مشہور ہو گئے تھے۔ آپ کئی انگریزی کتابوں کے مصنف ہیں (ملخص از تاریخ اقوام کشمیر جلد دوم صفحہ ۱۹۱ تا صفحہ ۱۹۵) واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتاریخ ۱۹ اپریل ۱۹۶۲ء آج کے دن سے کراچی میں وفات پائی۔ غفر اللہ لہٗ۔ آپ کے صاحبزادے کراچی میں مقیم ہیں۔

[1] خواجہ شعری مرحوم اصل میں کشمیر کے باشندے تھے۔ ۱۲۹۰ھ میں امرتسر میں فوت ہو کر دفن ہوئے تھے۔ آپ نے خود اپنی تاریخ وفات یوں کہی تھی۔

"جست تاریخ فوت خود شعری ، شد ندا رحمت خدا آمد"

شعری مرحوم فارسی نثر و نظم دونوں میں بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے۔ لغت و معانی اور غزلیات اور زبدۃ الاخبار اور چہار درویش وغیرہ ان کی یادگار ہیں۔ باوجود تلاش بسیار کے ان کی محولہ بالا تصنیف گلزار خلیل مجھے نہیں مل سکی مشہور ہندوستانی شاعر غالب مرحوم سے شعری صاحب کے خاصے تعلقات تھے۔

Marfat.com

سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

اصل میں اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ مولانا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی کے علاوہ کشمیر میں ایک اور بزرگ مولانا قاضی میر کمال الدینؒ نامی گزرے ہیں۔ وہ مولانا قاضی میر محمد علی صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے اور حضرت مولانا قاضی موسیٰ شہید متوفی ۹۴۲ھ کے پوتے تھے (تاریخ اعظمی صفحہ ۱۰۸ تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۲۹۱) سو اگر مولانا قاضی میر محمد علی صاحب بڈشاہی کا چنگیز خان کی اولاد سے ہونا ثابت بھی ہو جائے تو مولانا قاضی میر کمال الدینؒ صاحب کو تو مغل کہا جا سکے گا کہ وہ قاضی صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن مولانا کمال الدین صاحب سیالکوٹی کو مغل ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ آپ حضرت قاضی صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے نہیں بلکہ مولانا جمال الدین صاحب بڈشاہی کی اولاد میں سے تھے۔ شاید اسی غلط فہمی اور التباس کو رفع کرنے کے لیے مورخ کشمیر خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری مرحوم کو یہ وضاحت کرنا پڑی کہ:-

"مولانا کمال الدینؒ از اولاد امجاد قاضی میر محمد علیؒ است الی ان قال، و این مولانا کمالؒ سوائے مولانا کمال الدین است کہ ذکرش در ترجمہ جمال الدینؒ مذکور در مرقوم میشود ان شاء اللہ تعالیٰ (اعظمی صفحہ)۔"

میرا خیال ہے کہ مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹیؒ اور مولانا قاضی میر کمال الدینؒ

۱۔ اگر یہ فقرہ لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حضرت قاضی میر محمد علیؒ بڈشاہی کی اولاد سیادت کی دعوے دار ہے (ملاحظہ ہو تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۲۹۱/۲۹۲) مگر ان کو بھی چنگیز خان کی اولاد اور مغل کہلانے سے صاف انکار ہے۔

Marfat.com

کی مشارکت اسمی کی وجہ سے خواجہ شعری مرحوم کو غلط فہمی ہو گئی ہے اور ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی شعری صاحب کے اعتماد پر اس غلطی کی چھان بین کیے بغیر مولنا کمال الدین صاحبؒ سیالکوٹی کو مغل لکھ دیا۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مولنا سیالکوٹی اور قاضی میر کمال الدینؒ دو مختلف شخصیتیں اور مختلف النسب بزرگ تھے رحمہا اللہ۔

مولناؒ کا مدفن

مولنا رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال لاہور میں ہوا اور لاہور ہی میں آپ دفن ہوئے۔ (اگرچہ مورخین دفن کی جگہ متعین نہیں کر سکے) جیساکہ اس سے پہلے تاریخی کتابوں کے حوالہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن تمام مورخین کے اس متفقہ بیان کے خلاف سیالکوٹ کے ایک نوجوان رشید نیازی صاحب اپنی تصنیف "تاریخ سیالکوٹ" کے ص ۸۲ میں حضرت مولنا کا مزار مبارک سیالکوٹ میں متصل مزار "منگا ولی" بڑی عیدگاہ کے قریب بنایا ہے۔ بلکہ ایک مزار کا فوٹو دے کر اس کو مولناؒ کا مزار قرار دیا ہے اور ثبوت میں مولنا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کی تحقیق اور کشف قبور کے جاننے والوں کا کشف پیش کیا ہے۔ سو گذارش ہے کہ تاریخی واقعات میں کشف کو سند کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ رہی مولنا محمد ابراہیم صاحب میر مرحوم و مغفور کی تحقیق تو اس تحقیق کا طول و عرض اور ماخذ معلوم کیے بغیر محض اس کی بنیاد پر تمام مورخین کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔

حکیم مولنا محمد رضا رحمۃ اللہ

آپ حضرت مولنا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی کے فرزند ارجمند تھے۔ علوم نقلیہ و عقلیہ کے جامع اور تحقیق و تدقیق کے فن میں ماہر کامل تھے۔ جہانگیر بادشاہ نے ان کے کمالات کا شہرہ سنا تو ان کو اپنے دربار میں باریاب کیا۔ اپنے فن مناظرہ میں

Marfat.com

بھی یکتائے روزگار اور سرآمدِ علماءِ اہلِ سُنّت تھے۔ آپؒ کی عمر درس و تدریس احیاءِ سُنّت اور تردیدِ بدعات میں گذری۔ آپ "حکیم دانا" کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی نسبت خواجہ محمد اعظم صاحب کشمیری مرحوم لکھتے ہیں :۔

۱۔ "جامع علوم عقلیہ و نقلیہ بود۔ در فنِ تحقیق و تدقیق بدرجۂ مولویت رسیدہ جہانگیر شاہ آوازۂ کمالاتش را شنیدہ بارباب مجلس خودش کردہ در وقتِ امتحان و معارضہ علماءِ سُنیّہ و شیعہ سرآمد علماءِ اہلِ سُنّت مولانائے موصوفؒ بود۔ باعانتِ مُلّا حبیب اللہؒ علماء شیعہ را ملزم نمودہ۔ محلّہ جمالٹہ (سرینگر) در خانۂ خود آسود" (تاریخ اعظمی صـ۱۳۴)

حاجی محی الدّین صاحب مرحوم "تاریخ کبیر کشمیر" میں فرماتے ہیں :۔

۲۔ "مُلا محمد رضاؒ المعروف حکیم دانا فرزندِ ارجمند مولانا کمال الدینؒ سیالکوٹی پس از تحصیلِ علوم ظاہر بصحبت جہانگیر بادشاہ فائز و بہرہ مند گردید و با علماءِ اہلِ تشیع باتفاق ملا حبیب اللہؒ مباحثہ و مناظرہ نمودہ بر عالمانِ مذہب شیعہ در ہر جا غالب آمد و تمامی ایام زندگی در احیاءِ سنّتِ سنیّہ و تدریس و تعلیم طالبان صرف فرمودہ آخر العمر دنیا را بدرود کردہ در محلّہ جمالٹہ آسودہ گردید" (صفحہ ۲۹۳)

منشی محمد الدّین صاحب فوقؔ لاہوری مرحوم لکھتے ہیں :۔

۳۔ مولانا محمد رضاؒ المعروف بہ "حکیم دانا" ابن مولانا کمال الدینؒ کشمیری جامع علوم

ل حضرت مولانا ملا حبیب اللہ صاحب جہانگیر بادشاہ کے عہدِ حکومت میں محکمۂ فصلِ خصومات میں "میر عدل" کے عہدہ پر فائز تھے۔ تحصیلِ علوم کے سلسلہ میں ہندوستان کا سفر کیا۔ جس کے بعد کشمیر واپس آگئے۔ عالم و فاضل اور بہترین مناظر و انشاء پرداز تھے۔ خطِ نستعلیق میں تو خوشنویس تھے۔ (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۲۵۵)

Marfat.com

عقلیہ و نقلیہ تھے۔ برسوں تک سیالکوٹ میں علمی مشاغل کی رونق رکھی۔ جہانگیر بادشاہ نے آپؒ کی شہرت سُن کر آپ کو اپنی مجلس میں باریاب کیا۔ آخر عمر میں وطن کی محبت غالب آئی اور سب کچھ ترک کر کے کشمیر چلے آئے۔
کشمیر میں جب اہلِ تسنن و تشیع کے مابین ایک زبردست مناظرہ و مباحثہ جہانگیر کے عہد میں ہوا تو اہلِ تسنن کی طرف سے آپ ہی مناظر تھے یہاں تک ملّا حبیب اللہ[1] شیعو آپؒ نے ساکت کر دیا۔ سری نگر کے محلّہ جمالتہ میں رہتے تھے۔ وہیں انتقال کیا ہے۔" (ملک العلماء علامہ عبدالحکیمؒ" صفحہ ۱۴)

خواجہ محمد اعظم صاحب نے تاریخ اعظمی کے دوسرے مقام پر ص۱۲۵ میں لکھا ہے:-

"در خدمت بادشاہِ مزبور (جہانگیر) از میان اہلِ خطہ افضل العلماء مولانا محمد رضاؒ المشہور بہ "حکیم دانا" و کمالات دستگاہ مولانا حبیب اللہ میر عدل از مقربان و باریابان مجلس بادشاہ بودند۔"

مولانا قاضی عبدالرحیم صاحبؒ

آپؒ حضرت مولانا کمال الدینؒ صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے تھے۔ ناظم کشمیر سیف خان ۱۰۷۶ھ کے دورِ نظامت میں آپ کشمیر کے "قاضی مقرر ہوئے تھے۔ (تاریخ اعظمی ص۱۶۶)

---

[1] اس مقام پر فوق صاحب مرحوم کو مغالطہ ہو گیا ہے۔ ملا حبیب اللہ صاحب شیعہ نہیں تھے۔ اہلِ سنت کے جلیل القدر عالم اور شیعہ سنی مناظرہ میں مولانا رضا صاحب کے معاون و مددگار تھے۔ جیسا کہ اوپر تاریخ اعظمی اور تاریخ کشمیر کی منقولہ عبارتوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔

Marfat.com

آپ اپنے بھائی حضرت مولانا محمد رضا حسیم دانا اور حضرت مولانا ابوالفتح محمد بہائی کے شاگرد تھے تحصیلِ علوم کے بعد درس و تدریس اور افادہ و افاضہ میں مشغول ہو گئے آپ کا مزار مبارک محلہ جمالیہ سری نگر میں ہے (تکملہ تاریخ اعظمی ۲۱۴)

حضرت ملا شیخ محمد بہائی

خواجہ محمد اعظم صاحب کشمیری نے بارھویں صدی ہجری کے ربع اول کے ممتاز بزرگان کشمیر کے سلسلہ میں حضرت ملا شیخ محمد بہائی[۱] کا تذکرہ "ملا محمد بائی سہروردی" کے عنوان سے کیا ہے۔ (تاریخ اعظمی ۲۲۶)

اور اسی کتاب کے تکملہ ص ۱۵۵ میں لبقیہ ۲۲۶ سطر ۲ کے عنوان کے تحت حسب ذیل عبارت لکھی ہے:-

"خلیفہ حضرت بابا مخدوم نور الدین مستغفرم الاحوال، متقی و متورع عمرے بریاضت وقناعت و خانہ نشینی و تفقد و تالف۔ وا و را دیگر زائید متصل مسکن خود در محلہ دیدمر مدفن یافت "شیخ محمد قطب بود" تاریخ است۔

تکملہ کی اس عبارت کے حاشیہ پر لکھا ہے:-

"واز بابا زین الدین نور ریشی ہم نظرے داشت چندے در قصبہ سوپور ماند چند با کشید عاقبت در شہر سری نگر آمده بمقام دیده مر بر لب دریائے بہت خانہ و مسجد بنا کرده متاہل شد اولاد صالح دارد که چند پشت قائم و دائم بر وضع آبار بودند۔

"مؤلف تاریخ کبیر کشمیر نے "ملا شیخ محمد بہائی" کے زیرِ عنوان لکھا ہے:-

---

۱۔ بہائی کی وجہ تسمیہ کا بیان آگے ہوگا۔

Marfat.com

"از تربیت یافتگانِ بابا اسمٰعیل رحمۃ اللہ آنچار می نادری کہ ذکرش گزشت بعد از استحصالِ آدابِ طریقت وحقیقت و ریاضات وعبادات گوئے سبقت بر اقرانِ خود ربود۔" (صفحہ ۲۳۵)

حضرت ملا شیخ محمد بہائی (۱۱۲۵ھ) سے لے کر مولنا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی امرت سری (۱۳۲۰ھ ، ۱۹۰۲ء) تک یعنی تقریباً دوسو سال کے عرصہ میں اس خاندان کے جو قابل قدر بزرگ گذرے ہیں، ان سب کا تذکرہ تاریخ کبیر میں اور بعض کا ذکر اعظمی اور تذکرۃ الکاملین وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے بھی اپنی مشہور کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" صفحہ اوّل کے صفحہ ۴۵۶ سے ۴۵۸ تک اس خاندان کے تقریباً دوسو برس کے بزرگوں کا بلکہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کے بعد کے چند اکابر حتیٰ کہ بعض اصاغر کا بھی اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ پہلے یہ تذکرہ پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد انشاء اللہ اس کی تفصیل مختلف کتابوں کے حوالہ سے عرض کی جائے گی۔

---

[1] حضرت بابا صاحبؒ پہلے بالکل ان پڑھ تھے۔ اسی حالت میں آپؒ نے مولف العلامہ خواجہ ابوالفتح صاحب کلو کشمیری (متوفی ۱۱۰۰ھ) اور حضرت خواجہ حبیب اللہ صاحب لٹو (متوفی ۱۱۰۵ھ) کی صحبت و ارادت اختیار کی اور ان سے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنے کے علاوہ علوم شرعیہ بھی حاصل کیے اور فقر و استغناء کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ بدعات سے بکلی اجتناب فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ حبیب اللہ لٹوؒ سے سند خلافت ملی۔ صاحب کشف بزرگ تھے آخر عمر میں عالمگیری کے زمانہ میں فوت ہو کر محلہ آنچار (سری نگر) میں دفن ہوئے (اعظمی ص۲۰۵ تاریخ کبیر صفحہ ۲۲۴)

Marfat.com

قاسمی خاندان

فوق صاحب مرحوم نے "قاسمی خاندان" کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ :-

"کشمیر کے دارالحکومت سرینگر میں ایک بزرگ حضرت شیخ محمدؒ کے نام سے گذرے ہیں۔ ان کے پانچویں فرزند شیخ اسمٰعیل بہائیؒ احمد اکدلی کے فرزند دوم شیخ قاسمؒ بہائی کی اولاد "قاسمی پیرزادگان" کے نام سے مشہور رہے۔ چنانچہ آپؒ کے فرزند پیر ہدایت اللہ اور ان کے فرزند شیخ عنایت اللہؒ قاسمی ہی کے نام سے مشہور ہیں۔" قاسمی خاندان کا جو مختصر سا شجرہ ہمیں ملا ہے۔ اس میں شیخ عنایت اللہؒ قاسمی تک کو مدفون محلہ احمد اکدل سرینگر لکھا ہے۔ شیخ عنایت اللہ قاسمیؒ کے دو فرزند تھے (۱) بابا پیر امیرالدینؒ قاسمی (۲) بابا پیر صدیق اللہ قاسمی۔ ان دونوں کا مدفن امرتسر درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاسمی خاندان میں سب سے پہلے یہی دونوں بھائی کشمیر سے ہجرت کر کے امرتسر[۲] آئے تھے۔

---

[۱] ان کے ایک بھائی شیخ سعیدالدینؒ بہائی کے متعلق میر سعد اللہ شاہؒ آبادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ع
عارفِ وقت بود و مرد ولی ــ سعد بابائے احمد اکدلی ــ ابوالبرکات خان ناظم (گورنر) کشمیر ان کا عقیدت مند تھا۔ اس نے ان کے لیے دو وظیفہ خانقاہ بنوائی تھی جو شیخ امام دین گورنر خالصہ کے زمانہ میں توپ کے گولوں سے شہید ہو گئی تھی۔ "بہائی" لفظ کی وجہ تسمیہ میں مختلف روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان سب بھائیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اس لیے وہ "بہائی" کہلانے لگے۔ کوئی اس کو برادرانہ محبت پر محمول کرتا ہے لیکن بہرحال وہ کوئی ہو اصل لفظ بمائی یا بہائی نہیں بلکہ "بوئی" ہوگا جو کشمیری زبان میں "بھائی" کا مترادف ہے۔ بوئی سے بگڑ کر "بہائی" ہو گیا ہوگا (تاریخ اقوام کشمیر (جلد اول)

[۲] "تاریخ کبیر کشمیر" (صفحہ ۲۶۷) کے مصنف نے بھی یہی لکھا ہے کہ (باقی حاشیہ صفحہ اگلے پر دیکھیں)

Marfat.com

یہ خاندان کیا کشمیر اور کیا امرتسر ہر جگہ علم و فضل کے گہوارہ میں پرورش پاتا رہا ہے۔ بابا پیر صدیق اللہ قاسمی کے دونوں فرزند مولنا پیر احمد اللہ قاسمی اور منشی عبدالرحمٰن صاحب قاسمی بھی اسلاف کا نمونہ تھے لیکن جو شہرت بابا پیر امیرالدین قاسمی کے فرزندان مولنا پیر عبدالعزیز قاسمی، پیر عبدالقدوس قاسمی اور مولنا مفتی پیر غلام رسول قاسمی نے حاصل کی ہے۔ اس نے قاسمی خاندان کی علمی فضیلت کو چار دانگ عالم میں مشہور کر رکھا ہے۔ مفتی پیر غلام رسول قاسمی کے تلامذہ میں پنجاب، کشمیر، سندھ، بنگال، افغانستان، ایران، بخارا اور بدخشاں تک کے طلباء شامل تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولنا محمد عطاء اللہ کشمیری، مولنا ہدایت اللہ خان جونپوری کے ارشاد کے مطابق ان کے مدرسے میں طلبہ کو پڑھاتے رہے ہیں۔ ایک مرتبہ جب سید سبحان اللہ خان رئیس گورکھپور کو صاحب کمال مدرس عربی کی ضرورت پڑی تو انھوں نے مولنا ہدایت اللہ خان کو اس مقصد کے لیے جونپور خط لکھا تو مولنا جونپوری نے مولانا محمد عطاء اللہ کشمیری ہی کو وہاں بھیجا تھا جہاں وہ سید سبحان اللہ خان صاحب موصوف کو پڑھاتے رہے۔ مولنا عطاء اللہ صاحب عین شباب میں ۱۳۳۱ھ میں گورکھپور ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

حضرت مفتی غلام رسول قاسمی ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء مطابق ۸ رمضان ۱۳۲۰ھ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) سب سے پہلے اس خاندان میں سے یہی دو بزرگ امرتسر تشریف لائے تھے۔

[1] "تاریخ اقوام کشمیر" میں سہو کاتب سے "مولنا عطاء اللہ" کی بجائے "مولنا قاسمی" لکھا ہوا ہے جو غلط ہے۔ ہم نے یہاں اس غلطی کی تصحیح کر دی ہے۔

Marfat.com

کو بعمر ۶۳ سال امرت سر میں رحلت فرمائی۔ جنازہ کے ہمراہ چالیس، پچاس
... زادہ محمد زبیر قاسمی اور (۲)
... صاحب اولاد ہیں۔ مولانا کے برادر اکبر
پیر عبدالعزیز قاسمی کے دو فرزند تھے (۱) مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ رح
قاسمی جو نہ صرف آپ کے برادر زادہ تھے بلکہ عزیز شاگرد بھی تھے اور اپنے
محترم چچا کے انتقال کے بعد مسند افتا کے سنبھالنے کی وجہ آپ کے جانشین
بھی تھے۔ آپ نے بھی اپنے نامور چچا کی طرح فتنہ و مسائل کی کئی کتابیں
تصنیف کی ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں (۱) پیرزادہ احمد حسن قاسمی اور (۲)
پیرزادہ محمد بہار الحق قاسمی جو صاحب تصانیف اور زبردست واعظ
بھی ہیں۔ پیرزادہ عبدالعزیز صاحب قاسمی مرحوم کے دوسرے صاحبزادہ
مولانا الحاج حکیم پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی تھے۔ جن کے حسب ذیل
دو صاحبزادے شملہ نارن آفس میں ملازم ہیں (۱) پیرزادہ محمد ابراہیم
قاسمی (۲) پیرزادہ محمد یوسف قاسمی، مولانا مفتی پیر غلام رسول قاسمی
کے دوسرے بھائی پیر عبدالقدوس صاحب قاسمی کے ایک فرزند ہیں جن کا
نام مولانا پیر سلام الدین قاسمی ہے۔ آپ جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم
امرت سر کے خطیب ہیں۔ پنجاب میں اس خاندان کے افراد صرف امرتسر
اور شملہ[1] ہی میں ہیں۔

سرینگر کشمیر میں اس خاندان کا نشان بہت کم ملتا ہے۔
سری نگر کے متصل موضع "سور" میں مولوی جلال الدین صاحب واعظ

---

[1] تقسیم ہند کے بعد اب اس خاندان کے افراد لاہور، کراچی اور سیالکوٹ وغیرہ شہروں میں آباد ہیں۔

Marfat.com

ہیں۔ وہ[1] قاسمی ہیں۔ پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی کے ننھیال کا سلسلہ حضرت بابا مسعودؒ نروری کی اولاد سے ملتا ہے۔ چنانچہ ان کی والدہ (مرحومہ) کا ایک چچا زاد بھائی پیرزادہ عبداللہ پیرشاہ[2] نامی محلہ نروہ میں مسعودی خاندان سے اس وقت موجود ہے۔

(یہاں تک فوقؔ صاحب مرحوم کا بیان ختم ہوا)

اس بیان میں فوقؔ صاحب مرحوم نے لفظ "بہائی" کی جو وجوہ تسمیہ نقل فرمائی ہیں وہ اس صورت میں منطبق ہو سکتی ہیں، جب کہ "بہائی" کا لقب حضرت ملّا شیخ محمدؒ کے صاحبزادوں سے شروع ہوتا ہو، حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ اس لقب کا آغاز خود حضرت شیخ محمدؒ سے ہو رہا ہے۔ البتہ سید محمد بہاء الدین صاحب نقشبندی کے نقل کردہ قلمی شجرہ میں حضرت شیخؒ کے نام کے ساتھ لفظِ "بہائی" پر جو نوٹ لکھا گیا ہے اور اس میں جو وجہ تسمیہ بتائی گئی ہے۔ وہ اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے۔ نوٹ کے الفاظ

---

[1] ملّا شیخ محمدؒ کے پوتے حضرت شیخ قاسمؒ بہائی احمد اکدل کی اولاد کو "قاسمی" کہا جاتا ہے اور مولوی جلال الدین صاحب واعظ مرحوم شیخ قاسمؒ کی اولاد سے نہیں بلکہ قلمی شجرہ کے مطابق ملّا محمد عاصمؒ ابن مولانا جمال الدین سیالکوٹی کی اولاد سے ہیں اور شیخ محمد قاسمؒ قاضی ابوالقاسمؒ جمالی کے واسطے سے مولانا جمال الدینؒ کی اولاد سے تھے۔ اس لحاظ سے مولوی جلال الدینؒ صاحب مرحوم خاندانِ قاسمی کے ہم جد ضرور ہیں، مگر قاسمی نہیں ہیں۔

[2] پیرزادہ عبداللہ پیرشاہ صاحب کا بتاریخ ۱۹ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز پنج شنبہ سری نگر میں انتقال ہو گیا۔ (غفر اللہ لہٗ) ان کی اولاد موجود ہے (سلمہم اللہ)

Marfat.com

یہ ہیں :-

"تعلیم یافتہ در محلّہ" بہا " بخارا شریف بود وجہ تسمیہ ہمیں است -

مولانا محمد الدین صاحب لاہوری اپنی نایاب تصنیف روضۃ الابرار میں حضرت مولانا مفتی غلام رسول صاحب قاسمی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"... والد بابا اسمٰعیل بزرگی است کہ بہ "بہائی" شہرت داشت وصاحب کرامات بود. از اہلِ دُنیا اجتناب بسیار نمود - گویند کہ ابوالبرکات خان اعتقاد دولے بسیار داشت مگر بابائے موصوف التفاتش نمی کرد - بنا بریں بر پسر خود بابا سعدی ہم ناراض شد - اولادش صاحبِ کمال بودہ اند - وبعد ازاں مقبرہ اش ابوالبرکات خاں تعمیر کنانید -

داورا "بہائی صاحب" ازاں می گفتند کہ دے ودیگر شش مردماں باہم عقدِ مواخات بستہ در عبادت وریاضت مشغول شدند وہمگناں بزیارت آنحضرت بیکبارگی ممتاز گشتند"

(روضۃ الابرار ص۵۲ کا حاشیہ)

حضرت شیخ اسمٰعیل بہائی احمد اکدلی

آپ حضرت ملا شیخ محمد بہائی موصوف کے صاحبزادہ اور حضرت خواجہ عبدالاحد[1]

---

[1] حضرت خواجہ صاحب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے پوتے یعنی خازن علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ کے صاحبزادہ تھے۔ آپ کا مزار مبارک سرہند میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہٗ کی مسجد کی مشرقی جانب واقع ہے سنِ وفات ۱۱۲۶ھ ہے -

Marfat.com

نبیرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے مجاز تھے۔ سری نگر کشمیر کے محلہ احمد اکدل میں آپ کی سکونت تھی۔ اسی لیے "احمد اکدلی" کی نسبت سے شہرت پائی۔ "بہائی" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ حضرت شیخ محمد بہائیؒ کے صاحب زادہ تھے اور یہ نسبت کچھ عرصہ تک آپ کی اولاد میں جاری رہی۔ صاحب تاریخ اعظمی نے صفحہ ۲۲۶ میں آپ کا نام بزرگانِ کشمیر کے سلسلہ میں لیا ہے اور "بہائی" کے بجائے "بائی" لکھا ہے، لیکن مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" نے آپ کا تعارف قدرے تفصیل کے ساتھ کرایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :—

"شیخ اسمٰعیلؒ بہائی خلف و خلیفہ ملا محمد بہائیؒ۔ پس از کسب علوم ظاہری و باطنی بخدمتِ حضرت باقی، عنفوانِ جوانیش دولتے پدر آمد۔ چوں خواجہ عبید اللہ صدر سرہندی رونق افروز کشمیر شدند از خدمتِ ایشاں ہم تعلیم و تربیت سلوک بہرہ مند گردید و بایماء حضرت خواجہ موصوفؒ در ریاضات شاقہ اشتغال ورزید۔ و ہم در رکابِ حضرت خواجہؒ سرہند رفت و مدتے در خدمتِ آں جناب دراں سوادلبسر برد۔ و اجازت نامۂ طریقت حاصل کرد

۱؎ حضرت شیخ محمد فاضلؒ سری نگر کے محلہ "زونیمر" کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ محمد موسیٰ بن شیخ محمد غازی تھا۔ آپ اپنے چچا حضرت شیخ محمد یعقوبؒ "چیچہ بلی" کے خلیفہ تھے اور شیخ محمد یعقوبؒ شیخ محمد پارساؒ کے خلیفہ تھے اور شیخ محمد پارساؒ کو حضرت بابا داؤد خاکی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ (تاریخ اعظمی صفحہ ۲۶۲) آپ نہایت عابد و مرتاض، قلیل الطعام اور قلیل المنام بزرگ تھے۔ دہم ماہ محرم ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی اور محلہ "زونیمر" میں دفن ہوئے۔ "ذوالکمالات شیخ فاضل" (۱۱۵۰ھ) سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

Marfat.com

باز آمد ۔ چون وارد وطن اصلی گردید مسجد محلۂ خود بنشست ترکِ دنیا و لذاتِ دنیا نمود پس از ادائے نماز صبح حلقۂ سکوت می فرمود و دراں حلقۂ طالباں حاضر آمدندے و با شیخ محمد فاضل رح زونیری ارتباطِ قلبی داشت چوں از دنیا رحلت نمود در محلّہ احمد اکدل آسودہ شد و مرقدِ وے مشہور و معروف است ۔

برادران شیخ موصوف رح

"شیخ موصوف را چہار برادر دیگر بودہ اند من جملۂ آنہا شیخ عبدالرحیم رح کہ بہ طرفِ "لوڑکدل" از مقبرۂ شیخ اسماعیل رح تقریباً یا دو میل بعید مدفون ہست و برادرِ دومش شیخ شادی رح بابا[1] در محلّہ "وچار ناگ" آسودہ است و برادر سومش شیخ عنایت اللہ رح کہ در باغبانپورہ (کشمیر) مقبور است و شیخ حسن بابا رح درون قلعہ شاہی بر دامنِ کوہ ماراں" مدفون و آسودہ است" (ص۲۳۷)

حضرت شیخ اسمٰعیل بہائی کی نسبت کشمیر کے مشہور مورخ میر سعد اللہ خاں شاہ آبادی رح[2] نے اپنی منظوم تاریخ کشمیر میں لکھا ہے :-

---

[1] آپ کا اصل نام سعیدالدین تھا، لیکن شادی بابا کے عرف سے مشہور ہو گئے ۔

[2] میر سعد اللہ خاں شاہ آبادی کشمیری رح حضرت بابا نقا شاہ آبادی رح کے مُرید تھے ۔ عربی فارسی زبانوں میں صاحبِ کمالات تھے ۔ بہت سی تصانیف مثلاً منظوم تاریخ کشمیر" مغازی النبی" (صلی اللہ علیہ وسلّم) "گل و بلبل" (در تصوف) اور تفسیر قرآنِ مجید کے مصنف تھے ۔ بے شمار نعتیں اور غزلیں فارسی زبان میں لکھی ہیں ۔ موضع منڈاہ پرگنہ شاہ آباد کشمیر میں آپ رح کا مزار ہے ۔ (تاریخ کبیر کشمیر ص۷۹-۸۰)

اور حضرت بابا نقا رح شاہ آبادی سادات کو لاب اور حضرت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

ہ نیز زدہست شیخ اسمٰعیلؒ مرد مانرا براہِ راست دلیل

(منقول "الالہام الصحیح" حاشیہ ص۳)

مولٰنا محمد الدین لاہوری مرحوم نے اپنی فارسی کتاب "روضۃ الابرار" ص۷۵ کے حاشیہ پر آپ کا ذکر کیا ہے۔ اصل عبارت اس سے قبل "قاسمی خاندان" کے زیرِ عنوان نقل کی جا چکی ہے۔

حضرت شیخ سعیدؒ بہائی عرف سعد بابائے احمد اکدلی

آپ حضرت شیخ اسمٰعیل بہائی احمد اکدلی رحمہ اللہ کے صاحب زادہ تھے۔ مؤلف "تاریخ کبیر کشمیر" اپنی کتاب مذکور کے صفحہ ۲۴۴ میں شیخ سعیدؒ بہائی کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں :-

"فرزند دلبند شیخ اسمٰعیل بہائی است۔ دراوائل از خدمت والد ماجد خود مستفید گردید و پس از ارتحالِ وے در خدمت شیخ عبداللطیفؒ کول

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) امیر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ کی اولاد سے تھے۔ آپ حضرت شیخ عبدالوہابؒ منتقی لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت باباؒ کی وفات ۱۱۳۶ میں ہوئی اور محلہ "بوزہ گراں" سری نگر میں مدفون ہوئے۔ ("تحفۂ اعظمی صفحہ ۲۸۰)

ے آپ حضرت شیخ فیضؒ اللہ زرگر کے خلفاء میں سے تھے۔ صاحبِ حال، توحید مشرب اور صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ (اعظمی ص۲۴۶ کبیر ۲۴۰) اور شیخ فیض اللہ زرگر کی بابت تاریخ اعظمی میں ہے :-

ے "بطلا مرتحہ ذ خود می گذرانید در ایام نزول روایات عالمگیری در کشمیر ہ زرگری برائے کس و کوی نا فضل خان میر سامان می کرد از انجا شخصے واقف سید" (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

مرید شد و وطی منازل سلوک نمودہ بدرجۂ عالیہ واصل گردید تمامی عمر عزیز

دریاد الہی مصروف ساخت پُر از سوز و گداز و آہ و نالہ می بود چوں انتقال

نمود جوار پدر خود و محاذی احمد اکدل اندنان یافت میر سعد اللہ شاہ آبادی

در شان وے گفتہ۔

عارفِ وقت بود و مردِ ولی
سعد بابائے احمد اکدلی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) اُو شدہ نشان بخدمت خواجہ عبداللہؒ قادری کہ بعنوان منصب داری ہمراہ لشکری گذرانید داده موی الیہ تا اقامتِ پادشاہ دریں شہر مداومت درخدمت ایں عزیز می فرمود و فراوزا استعداد فوائد حاصل نمود وقتِ معاودت پادشاہ ہمراہ مرشد شد و از عرض راہ رخصت وطن یافت و در مقام "انزوا" آمد و اشغال و اطوار طریقت ازاں عزیز یافتہ استقامت نمود حتیٰ لاح علیہ اثر التوحید و نطق با مور سکریہ بسیار از شیخؒ سرزد باوجود آں اجرائے طریقہ کردہ و مردم رافیض رسانید و مجھے از خدمش مستفید شدند۔ (ص۱۸۸) اور تاریخ کبیر کے صفحہ ۲۲۰ میں شیخ فیض اللہ کے متعلق لکھا ہے :-

"شخصے بر حال وے مطلع گردید بخدمت خواجہ عبداللہ قادری کہ ہمراہ "اُردوئے معلّٰی" (لشکر) آمدہ بود اُورا رہنمونی فرمود پس شیخ درخدمت و مجالستِ خواجہؒ کمر ہمت بر بستہ آدابِ سلوک از خدمتِ خواجہؒ آموخت و ہم ہمراہ آں جناب بسفر ہند نہضت کردہ باز بوطنِ خود آمدہ در تربیت و تعلیم طالبان قربِ خدا کوشید پس چوں رحلت فرمود زیرِ دامنِ کوہ ماران" آسود۔"

Marfat.com

گویند کہ ابوالبرکات[1] خاں نسبت ایشاں راسخ الاعتقاد بود و خانقاہ دو طبقی درمحلّہ مذکور متصل مقبرۂ ایشاں بنا ساختہ بود پس در قتال شیخ امام الدین (متوفی مارچ ۱۸۵۹ء) کہ ہمہ سنگاں نمودہ ے انگریزی توپ ہائے نانا ... بہ شہادت رسید الحال اوال آثارے و علامت ... بہ لیسامنسا ... ود ؔ

مفتی محمد الدین صاحب فوق لاہوری مرحوم نے "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اوّل میں "قاسمی خاندان" کے عنوان کے تحت حضرت شیخ سعیدؒ بہائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"ابوالبرکات خان ناظم کشمیر ان کا معتقد تھا۔ اس لیے ان کے لیے دو منزلہ خانقاہ بنوائی تھی جو شیخ امام الدین (گورنر خالصہ) کے زمانہ میں توپ کے گولوں سے شہید ہو گئی"

نوٹ

قلمی شجرہ جو اس کتاب کے شروع میں دیا گیا ہے حضرت شیخ سعید بہائی کی اولاد اور اولاد در اولاد کے بارہ افراد کے نام دیئے گئے ہیں۔ ہر نام کے ساتھ "بہائی" لکھا ہے۔ اس کی نسبت معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں رہتے تھے؟ اور ان کی نسل آگے چلی یا نہیں؟ (واللہ عند اللہ)

حضرت شیخ قاسم بہائی رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت شیخ اسمٰعیلؒ بہائیؒ احمد اکدلی موصوف کے دوسرے فرزند ارجمند

---

[1] نواب ابوالبرکات خاں کشمیر کے گورنر اور مولانا قاضی میر علی بدشاہی کی اولاد میں سے تھے جن کی وفات ۱۱۸۸ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

تھے۔ پرہیزگاری اور زہد و تقویٰ میں کامل تھے۔ آپؒ نے حضرت شیخ صالح خاں عرف "خانمالو" رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ سو یا سو سال سے زیادہ عمر پا کر فوت ہوئے اور محلہ احمد اکدل میں دفن کئے گئے۔ آپ کا ذکر "تاریخ اعظمی" میں بھی ہے اور "تاریخ کبیر کشمیر" میں بھی اور "تذکرۃ الکاملین" میں بھی۔ لیکن "تاریخ اعظمی" میں آپ کا اسم گرامی "میر قاسم احمد اکدلی" اور "تاریخ کبیر کشمیر" میں اور "تذکرۃ الکاملین" میں "شیخ قاسم بہائی اکدلی" لکھا ہے۔ اعظمی میں "میر" کا لفظ کتابت کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تینوں کتابوں میں حضرت شیخ قاسمؒ کا جو مختصر تذکرہ ملتا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ ان میں ایک ہی شخصیت کا تعارف کرایا جا رہا ہے۔ کتابت کی غلطی سے دو شخصیتوں کے وجود پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ اعظمی اور تاریخ کبیر کے اصل الفاظ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں تاکہ حقیقت حال پورے طور پر قارئین کرام کے ذہن نشین ہو سکے۔

"تاریخ اعظمی" کے الفاظ	"تاریخ کبیر کشمیر" کے الفاظ
"میر قاسم احمد اکدلی۔ عزیزے معمر زیادہ بر صد سال عمر یافتہ از صحبت داران صالح خاں جیو دا فران الیشاں بود و عمرے بآراستگی و توکل بسر بردہ۔" (صفحہ ۲۶۲)	"شیخ قاسم بہائی فرزند شیخ اسمٰعیل بہائی احمد اکدلی است۔ در ورع و زہد و تقویٰ کامل و عامل بود با صالح خاں کہ بہ "خانمالو" صاحب معروف است بیعت کردہ و صد سال

لہ آپ حضرت بابا نصیبؒ غازی (متوفی ۱۰۴۷ھ) کے مُرید تھے۔ بارہ برس تک مجذوبیت کی کیفیت طاری رہی۔ بارہ برس کے بعد راہِ سلوک پر گامزن ہوئے۔ عبادات و ریاضات اور اتباعِ شریعت میں کامل ہوئے۔ ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی اور اپنے گاؤں میں جو انھیں کے نام سے موسوم ہے دفن ہوئے۔ (کبیر ص۳۳۱)

Marfat.com

بمرگذرانید دراحمد اکدل آسود " صـ۲۴۶ -

"لباب التاریخ " " وقائع کشمیر " اور " تذکرۃ الکاملین " وغیرہ تاریخی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ مولانا کمال الدین سیالکوٹی . مولانا جمال الدین سیالکوٹی اور شیخ قاسم بہائی ابن شیخ اسمٰعیل بہائی ابن شیخ محمد بہائی احمد اکدلی تمام حضرات رحمہم اللہ حضرت مولانا جمال الدین بڈشاہی کی اولاد سے تھے (اصل عبارات مولانا جمال الدینؒ سیالکوٹی کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمایئے)

حضرت شیخ قاسم رحمہ اللہ کا سنِ وفات معلوم نہیں ہوسکا البتہ تاریخ اعظمی میں حضرتؒ کا ذکر اُن بزرگوں کے سلسلہ میں کیا گیا ہے جو بارھویں صدی ہجری کے وسط یا آخر میں واصل بحق ہوئے . مثلاً حضرت موصوفؒ سے پہلے میر محمد اسمٰعیلؒ بخاری ہمدانی کا ذکر ہے جن کا سنِ وفات ۱۱۰۳ھ بتایا گیا ہے اور حضرت قاسمؒ کے بعد شیخ عبدالغنیؒ لنگر کا تذکرہ موجود ہے اور ان کی وفات ۱۱۰۰ھ کے کچھ بعد بتائی گئی ہے . اسی طرح " تاریخ کبیر کشمیر " میں حضرتؒ کے ذکر سے پہلے شیخ رحمت اللہؒ کا ذکر کیا گیا ہے جن کی وفات ۱۱۶۳ھ ظاہر کی گئی ہے اِس پر قیاس کرکے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ قاسمؒ کا انتقال بارھویں صدی ہجری کے وسط میں ہُوا ہوگا . (واللہ اعلم)

قاسمی خاندان انھیں حضرت قاسمؒ کی طرف منسوب ہے اور یہ نسبت بحمد اللہ اب تک قائم ہے اور آئندہ بھی جب تک حق تعالیٰ کو منظور رہو گا قائم رہے گی .

حضرت بابا ہدایت اللہ قاسمیؒ

آپ اپنے والد ماجد شیخ قاسمؒ بہائی احمد اکدلی کے مُرید تھے . صاحب تاریخ کبیر کشمیر نے لکھا ہے کہ آپ صاحب اسرار اور صاحب ایثار بزرگ تھے . فوت ہوکر

Marfat.com

اپنے جدّ بزرگوار کے مقبرہ میں محواستراحت ہیں۔ (تاریخ کبیر صـ۲۵۳) سنِ وفات معلوم نہیں ہوسکا۔

حضرت مولٰنا عنایت اللہ قاسمیؒ

آپؒ بابا ہدایت اللہ قاسمیؒ کے فرزند تھے۔ اپنے زمانہ کے عالِم باعمل اور فاضلِ اکمل تھے۔ رحمتِ حق سے پیوستہ ہونے کے بعد اپنے آباء اجداد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے (تاریخ کبیر کشمیر صـ۲۵۵)

حضرت بابا پیرامیرالدینؒ قاسمی و حضرت پیر صدیق اللہؒ قاسمی

یہ دونوں حقیقی بھائی حضرت مولٰنا عنایت اللہؒ قاسمی موصوف کے صاحبزادے تھے۔ صلاح و رُشد اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ خاندانِ قاسمیؒ میں سے پہلے پہل یہی دو بزرگ کشمیر سے ہجرت کر کے امرت سر تشریف لائے تھے اور پھر وہیں کے ہوگئے۔ وہیں دونوں بھائی ایک ہی سال یعنی ۱۲۸۰ھ میں فوت ہوکر قبرستان بُلا کا بیرون دروازہ حکیماں والا امرت سر میں مدفون ہوئے (تاریخ کبیر کشمیر" صـ۲۶۷) تاریخ کبیر میں ان دونوں بزرگوں کا سن وفات "ہزار و دو صد و ہشت" لکھا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ "ہشت" سہوِ کتابت کا نتیجہ ہے "ہشتاد" چاہیئے تھا۔ (واللہ اعلم وعلمہٗ اتم)

حضرت پیرامیرالدین قاسمی کی اولاد

حضرت بابا پیرامیرالدین صاحبؒ قاسمی کے تین صاحب زادے تھے:۔

۱۔ حضرت پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی (۲) حضرت پیر عبدالقدوس صاحبؒ قاسمی

Marfat.com

(۳) حضرت مفتی پیر غلام رسُول صاحبؒ قاسمی۔

منشی محمد الدین صاحب فوقؔ مرحوم نے ان تینوں بھائیوں کے متعلق اپنی کتاب "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اوّل میں لکھا ہے :۔

"قاسمی خاندان کیا کشمیر کیا امرت سر ہر جگہ علم و فضل کے گہوارہ میں پرورش پاتا رہا ہے (تا) لیکن جو شہرت بابا امیر الدینؒ قاسمی کے فرزندان مولانا پیر عبدالعزیزؒ قاسمی، مولانا مفتی پیر غلام رسُولؒ قاسمی اور پیر عبدالقدوسؒ قاسمی نے حاصل کی ہے۔ اس نے خاندان کی علمی فضیلت کو چار دانگ عالم میں مشہور کر رکھا ہے"۔

"تاریخ کبیر کشمیر" کے حوالہ سے تینوں بزرگ بھائیوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے :۔

حضرت پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی

آپ کی نسبت تاریخ کبیر صفحہ ۲۸۴ میں ہے :۔

"پیر عبدالعزیزؒ قاسمی بن پیر امیر الدینؒ قاسمی مذکور۔ پس از تحصیل علم ضروری با حاجی الٰہی بخش صاحبؒ کہ مرید شیخ عبدالہادیؒ عرف "شاہ نامدار" بود بیعت نمودہ در طریقہ نقشبندیہ داخل گردید و ریاضات و عبادات معہودہ پیشۂ خود ساختہ بود در سال سنہ ہزار و دو صد و نود و نہ (۱۲۹۹ھ) شربت اجل چشیدہ در امرت سر در جنب والد خود آسود"۔

حضرت پیر عبدالقدوس صاحبؒ قاسمی

آپ کے متعلق تاریخ مذکور کے مؤلف نے لکھا ہے :۔

Marfat.com

"فرزندِ دوم پیر امیر الدینؒ قاسمی موصوف ۔ مرید حضرت حاجی الٰہی بخشؒ بودہ مدام در مراقبہ و ضبطِ اوقات در اوراد و وظائف و اذکار مشاغل بود ۔ در سن ہزار و سہ صد و شش (۱۳۰۶ھ) رحلت کردہ در قبرستان "بُلاکا" محوطۂ پدر خود در شہر امرت سر آسودہ"

حضرت مولنا مفتی پیر غلام رسُول صاحبؒ قاسمی

آپ حضرت پیر امیر الدین قاسمی موصوف رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند تھے ۔ آپ کا تعارف "تاریخ کبیر کشمیر" کے لائق مصنف نے "تذکرہ علمائے ربّانی و فضلائے حقّانی" کے عنوان کے تحت سب سے آخر میں بایں الفاظ کرایا ہے :۔

"مولنا ابو زبیر غلام رسول شہید مفتیؒ امرت سر فرزند اصغر پیر امیر الدینؒ صاحب قاسمی موصوف ۔ ولادتِ شاں در امرت سر و اکتساب علوم نقلیہ و عقلیہ از علماء و فضلاء متعدد مثل مولوی کتب الدین کشمیری آباءً سیالکوٹی مولداً و مولوی عبد القدوس بانڈآتی مفتیؒ کشمیر و مولوی حبیب اللہ الکشمیری آباءً و الپساوری مولداً ثم الامرت سری مسکناً و مدفناً و غیرہم من الاحناف نمودہ کتب ابتدائی از اولین و متوسط و اعلیٰ از اخیر الذکر و غیرہ خواندہ و سندِ علوم و تمامہا از مولوی ابو الحسنات عبد الحیٔ لکھنویؒ گرفتہ در وقت اکتساب و بعدِ تحصیل تبعی تمام در درس و تدریس مشغول گردیدہ ۔ غرض کہ مدّتِ دراز چناں در افادہ و افاضہ برمر دماں کشادہ کہ نظیر آں متحقق نہ ۔ بباعثِ درس و تدریس کثیر و رفضل و دقّتِ نظر از فضلاء گوئے سبقت بردہ ۔ چنانچہ کمال و فضلِ آں یگانہ از تالیفاتِ شاں مثل

Marfat.com

"الابہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح" وتحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام" ورسالہ در بحث "امتناع وامکان نظیر" وغیرہا ظاہر است و اعتماد ابر کمال وفضل وتقویٰ آں بے عدیل استفتاہا از اطراف و دور و دراز می آمدند۔ وہر یکے را باوجودِ قلت فرصت بجواب با صواب مسرور می فرمودند۔ جامع کلام کہ مرتبے در علم و تواضع و تورّع لاثانی بود۔ دبیعت در دست خواجہ دین محمد صاحب معروف بہ حضرت ملا صاحب فرزند و جانشین خواجہ نور محمد صاحب معروف بہ باباجی صاحب نیرائی جوردی نمودہ ذمراقبات و ذکر و فکر مشغول می بود آخر مرشد بذکو اش اجازت نامہ در جمیع طرقِ فقر عنایت نمودہ و مرجع خاص و عام گردید و آخر بعارضۂ طاعون علیل شدہ بتاریخ ہفتم ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ ہزاروسہ صد بیست بعمر شصت وسہ سال (۶۳) صدائے ارجعی شنیدہ جان بحق تسلیم نمود در مقبرہ "لولاکا" بیرون شہر مرت سر بطرف شرق مدفون گردیدہ اند۔

مولانا محمد الدین صاحب سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور (متوفی ۱۸۹۸ء) اپنی فارسی کتاب "مختصر تاریخ کشمیر" مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ کے صفحہ نمبر ۱۴ میں حضرت بابا محمد مقصود مخدومیؒ (۱۱۶۳ھ) کے تذکرہ میں حاشیہ لکھتے ہیں :۔

؎ اس کفر شکن کتاب کی وجہ سے حضرت مولانا قاسمی رحمہ اللہ کی ذات بابرکات مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی بدزبانی کا نشانہ رہی۔ چنانچہ مرزاجی نے انجام آتھم اور حقیقۃ الوحی وغیرہ تصانیف میں حضرت مفتی صاحبؒ کو دل کھول کر کوسا ہے۔ "الابہام الصحیح" کے جواب میں مرزاجی نے عربی میں ایک رسالہ "اتمام الحجۃ" نامی بھی شائع کیا تھا لیکن وہ جواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص لاجواب ہو کر مخالف کا منہ چڑا رہا ہو۔

Marfat.com

۲ - "منسوب بمخدوم حمزہ کشمیریؒ است - ومشفق ما عالم باعمل و فاضل اکمل مولوی بابا غلام رسول امرت سری ہم مخدومی است"

مولانا محمد الدین صاحبؒ نے اس عبارت میں مولانا غلام رسول صاحب قاسمیؒ کو جو مخدومی لکھا ہے، تو یہ نسب کے اعتبار سے نہیں بلکہ نسبت طریقت کے لحاظ سے ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا قاسمی کسی مخدومی بزرگ سے بھی مجاز ہوں گے - مولانا قاسمی کے نسب کے متعلق خود مولانا محمد الدین موصوفؒ نے اپنی دوسری فارسی کتاب "روضۃ الابرار" مطبوعہ جہلم ۱۳۰۲ھ کے صفحہ ۵۲ میں حضرت مولانا خواجہ محمد ٹوپیگر و کشمیریؒ (جو عہد شاہجہانی کے اواخر اور عہد عالمگیری کے اوائل میں کشمیر کے فضلاء میں سے تھے) کے تذکرہ کے سلسلہ میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے :-

۳ - "ومحبی مولوی بابا غلام رسول امرت سری از اولاد بابا اسمٰعیلؒ سہروردی است کہ بہ "بہائی" شہرت داشت و صاحب کرامات بود" الخ

حضرت مولانا مفتی صاحب قاسمی موصوفؒ کے متعلق آپ کے ایک شاگرد مولانا عبدالعزیز صاحب امرتسری مرحوم نے "تحقیق المرام فی منع القرآۃ خلف الامام" طبع اوّل مطبوعہ ۱۲۹۶ھ صـ۳۳ کے حاشیہ پر لکھا ہے :-

۴ - "مؤلف (مفتی صاحب موصوف) از اولاد حضرت بابا پیر امیر الدینؒ و اوشاں از اولاد امجاد بابا محمد عنایت اللہؒ ابن بابا محمد قاسمؒ ابن صاحب کرامات و عالی مقامات حضرت محمد اسماعیلؒ سہروردی احمد اکدلی است و نام نامی الشاں در تاریخ اعظمی نیز مندرج است"

"تاریخ کبیر کشمیر" اور "مختصر تاریخ کشمیر" اور "روضۃ الابرار" کے اس مختصر تعارف کی تفصیل آپ کو اس مقالہ سے معلوم ہوگی جو حکیم محمد موسیٰ صاحب امرت سری کی طرف

Marfat.com

سے ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی مجریہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ مطابق مارچ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا تھا اور جسے مناسب ترمیم اور اضافہ کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے :-

"صاحب تذکرہ مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی امرت سر ہی میں پیدا ہوئے اور ابھی بچے ہی تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ (جو بڑی صالحہ، عابدہ اور خدا پرست خاتون تھیں) اور برادر بزرگ مولانا عبدالعزیز قاسمی (متوفی ۱۲۹۹ھ) کے سایۂ عاطفت اور نگرانی میں پرورش اور تربیت پائی۔ قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے برادر اکبر موصوف سے پڑھیں۔ اس کے بعد اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ اقارب سے ملاقات کے لیے کشمیر جانا ہوا تو وہاں قریباً تین سال تک اقامت پذیر رہے۔ اس دوران میں کشمیر کے مشہور علماء مولانا مفتی عزیز الدین صاحب متوفی ۱۳۱۴ھ اور مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب پانڈانی متوفی ۱۲۸۲ھ سے کتابیں پڑھیں (پاندان سری نگر کا ایک محلہ ہے)

واپسی امرت سر

سلسلۂ تعلیم یہاں تک پہنچا تھا کہ امرت سر واپس تشریف لے آئے اور یہاں حضرت مولانا قطب الدین صاحب سے کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا قاری عبدالعلی صاحب سے استفادہ کیا۔ ان ہی دنوں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب پشاور سے آکر امرت سر میں مقیم ہو گئے تو آپ نے ان سے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد سند حاصل کی۔

علمی خدمات

آپ کے اکثر اوقات درس و تدریس، مطالعہ اور فتوے نویسی میں گذرتے تھے۔ قدرت کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی قوت حافظہ عطا ہوئی تھی۔ ذہانت و فطانت

Marfat.com

میں یکتائے روزگار تھے۔ حقائق و معارف کا استحضار بے مثال تھا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ آپ تفسیر، قرآن، حدیث، فقہ، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، صرف و نحو، معانی و بلاغت، ہیئات و ہندسہ، تصوّف و طبّ، غرض تمام علوم و فنون کی کتابیں نہایت بے تکلّفی اور خوبی و عمدگی سے پڑھاتے تھے۔ بالخصوص علمِ منطق پر آپ کو کامل عبور تھا۔

روایتِ حسن

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ثم لاہوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء) راوی ہیں کہ ان کے استاد مولانا محمد معصوم صاحب ہزارویؒ جو حضرت علامہ پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے، فرمایا کرتے تھے کہ "منطق پڑھنے کو تمام علماء پڑھتے ہیں لیکن قوانینِ شریعت کے ماتحت اسے استعمال کرنا مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری ہی کا حق ہے"۔

حضرت مولانا محمد معصومؒ کے اس ارشاد کی صداقت مولانا غلام رسول قاسمیؒ کی تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح" کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ غرض حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کی زندگی کا بیشتر حصّہ علوم و فنون کے پڑھنے پڑھانے میں صرف ہوا۔ روزانہ بیس پچیس اسباق طلباء کو مسجد میاں محمد جان مرحوم میں بغیر کسی تنخواہ اور معاوضے کے پڑھاتے تھے۔ اس للّٰہیت اور شغف کا یہ اثر تھا کہ متحدہ ہندوستان کے تقریباً تمام صوبوں کے علاوہ بیرونِ ہند ایران، افغانستان، بدخشاں اور بخارا تک کے طلباء کھنچے چلے آتے اور حضرتؒ سے فیض یاب ہوتے تھے۔

علم کا احترام

طلباء سے شفقت و محبّت کا برتاؤ فرماتے لیکن اگر کسی طالب علم میں گستاخی

Marfat.com

پاتے تو اُسے سزا بھی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم کو دیکھا کہ سر کے نیچے کتاب رکھ کر لیٹا ہوا ہے تو حضرت مفتی صاحبؒ علم کی اس تحقیر کو برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ اس طالب علم کو جسمانی سزا بھی دی اور فہمائش بھی کی۔

فتوے نویسی

درس و تدریس کے علاوہ فتوے نویسی کا کام بھی آپ کو بہت زیادہ کرنا پڑتا تھا۔ ہندا و بیرون ہند سے جس قدر استفتا آتے، آپ اپنے دستِ مبارک سے سب کا جواب خود تحریر فرماتے۔ فتویٰ نویسی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

ایک اہم رائے

حضرت شیخ المشائخ میاں علی محمد صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین بسی نو (ہوشیارپور) مقیم حال پاکپتن جو علوم ظاہری و باطنی میں باکمال بزرگ ہیں امرتسر میں ہمارے غریب خانے پر قیام فرما تھے تو کسی بات پر علمائے امرتسر کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا:۔

"امرتسر میں جیسے باکمال مفتی مولانا غلام رسول صاحبؒ قاسمی ہوئے ہیں اُن کی نظیر نہیں۔ (بلفظ بقدر حافظ)

خطابت

آپ ہر جمعہ کو مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم میں خطبہ دیتے تھے۔ وعظ میں اصلاحِ عقائد و اعمال پر زور دیتے تھے۔ پیشہ ور واعظوں کی طرح عوام کو خوش کرنا مقصود نہ تھا بلکہ آپ کا وعظ مصلحانہ اور عالمانہ ہوتا تھا۔

مولانا عبدالحیؒ کی سند

آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ کرنے کے لیے یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ حضرت علامہ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلیؒ نے آپؒ کی علمی قابلیت پر خوش ہو کر

Marfat.com

آپ کو تمام علوم کی سند ارسال فرمائی تھیں۔ باوجودیکہ آپؒ نے علامہ موصوفؒ کو نہ دیکھا اور نہ اُن سے کچھ پڑھا۔ علاّمہ لکھنوی کی وفات ۱۳۰۴ھ میں ہوئی تھی۔

بیعت

آپؒ حضرت خواجہ دین محمّد صاحبؒ عرف حضرت مُلّا صاحب چورؔوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۲۵ھ فرزند ارجمند حضرت خواجہ نور محمّد صاحب عرف باباجی صاحب تیراہی نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۸۶ھ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور آپؒ کو جملہ سلاسلِ صوفیہ کی اجازت اور سندِ خلافت عطا ہوئی۔

تصانیف

مذکورہ بالا مشاغل بجائے خود بہت کافی تھے لیکن مولانا قاسمیؒ ایک عالی ہمّت اور باعزم انسان تھے۔ اسی پر قناعت نہ کی بلکہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی تاکہ دین کی خدمت زیادہ شاندار طور پر ہو سکے۔ چنانچہ آپؒ نے حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں :۔

(۱) تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام (عربی) یہ کتاب دو دفعہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔ پہلی بار بغیر ترجمہ کے ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوئی تھی۔ دوسری بار آپ کے شاگرد رشید مولانا نور بخش صاحب ایم اے توکّلی مرحوم سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور و مصنّف "تحفہ شیعہ" کے اُردو ترجمہ کے ساتھ بسعی مولانا بہار الحق صاحب قاسمیؒ ۱۳۴۱ھ میں چھپی تھی۔

(۲) الالہام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح (عربی) یہ نہایت فاضلانہ کتاب ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ اس کا اُردو ترجمہ حضرت مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی جو مصنّف علاّم کے برادرزادہ اور شاگرد تھے۔ کے قلم سے شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب مفتی غلام رسول صاحبؒ

Marfat.com

نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد اور مسئلہ حیات مسیح علیہ السّلام کے اثبات میں تحریر فرمائی تھی۔ حضرت مولٰنا نور احمد صاحبؒ امرتسری خطیب مسجد شیخ بڈھا (متوفی ۱۳۴۸ھ) کے زیر ہدایت یہ کتاب مدرسہ نعمانیہ امرتسر کے طلباء کو درساً پڑھائی جاتی تھی۔ چونکہ ان دنوں قادیانیوں کا پروپیگنڈا شباب پر تھا۔ اس علمی کتاب کو وہی طلبہ پڑھتے تھے جن کی منطقی تعلیم کم از کم رسالہ میر زاہد ہوتی تھی۔

(۳) تنبیہ البررۃ التقی علی ان سنۃ الجمعۃ لا تقضیٰ۔ اس رسالے میں سنت قبل جمعہ کی نسبت یہ ثابت فرمایا کہ جب وہ اپنے وقت پر نہ پڑھی جاسکیں تو پھر ان کی قضا نہیں ہے۔ ہاں اگر بعد میں پڑھی جائیں تو ان کی حیثیت سنت کی نہیں بلکہ نفل کی ہوگی۔ اس رسالے کی تصنیف کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس زمانے میں امرتسر کے عوام کے درمیان یہ مسئلہ بہت بحث طلب بنا ہوا تھا اور شہر کی فضا مکدر ہو چکی تھی۔ اس رسالے کی اشاعت سے فضا پرسکون ہو گئی۔ رسالہ ہذا کے آخر میں ہندوستان اور مکہ مکرمہ کے علمائے کرام کی تصدیقات مندرج ہیں۔ جن میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۹۱ء) بانی مدرسہ

۱؎ راقم نے مولٰنا غلام نادر صاحب نادری امرتسری مرحوم سے جو حضرت مولٰنا قاسمی کے شاگرد تھے سنا ہے کہ حضرت مولٰنا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے ہجرت کے سلسلہ میں ایک رات مسجد میاں جان محمد امرتسر میں بسر فرمائی اور روپوش ہو کر نکل گئے۔ مولٰنا کیرانوی کے قیام کی وجہ سے حکومت نے مولٰنا قاسمی مرحوم سے پوچھ گچھ کی تھی تو مولٰنا قاسمی صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ مسجد میں کوئی بھی آ کر رہ سکتا ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ (سید محمد موسیٰ)

Marfat.com

صولتیہ، مکہ شریف) اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (متوفی ۱۳۲۳ھ) کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ان مطبوعہ رسائل کے علاوہ آپؒ کی بعض غیر مطبوعہ قلمی تصنیفات بھی تھیں۔ لیکن آپؒ کے انتقال کے بعد وہ ضائع ہوگئیں۔ ان تصنیفات میں ایک رسالہ (۱) "امکان و امتناع نظیر" کے مسئلے سے متعلق تھا۔ (۲) "حواشی قاضی مبارک" (۳) "حواشی شرح ملّا جامی" (۴) متفرق مضامین کا مجموعہ ——— ان علمی جواہر کا ضیاع ایک المناک حادثہ ہے۔

ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس کی صدارت

درس و تدریس، فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ علمی اداروں کی سرپرستی بھی فرماتے تھے، چنانچہ بعض ارکانِ انجمن اسلامیہ امرت سر کی درخواست پر آپ نے مدرسۂ دینیات کی سرپرستی فرمائی۔ اسی طرح ندوۃ العلماء لکھنؤ کی درخواست پر آپ نے ندوہ کے سالانہ اجلاس کلکتہ منعقدہ شعبان ۱۳۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۱ء کی صدارت بھی فرمائی تھی۔ اس اجلاس میں متحدہ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے علماء و زعماء و رؤساء بکثرت شریک ہوئے تھے، بلکہ مختلف مقتدر انجمنوں مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے علاوہ شملہ، پانی پت، بانکی پور، مونگیر، آرہ (بہار) وغیرہ مقامات کی انجمنوں کے نمائندے بھی اجلاس میں شامل ہوئے عوام بھی اس اجلاس میں بکثرت شریک تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ، مولانا شاہ محمد سلیمانؒ صاحب چشتی قادری پھلواری (متوفی ۱۳۵۴ھ، ۱۹۳۵ء) کی تحریک اور مولانا ابو محمد عبدالحق صاحبؒ حقانی دہلوی (مفسر تفسیر حقانی متوفی ۱۹۱۶ء) کی تائید اور تمام حاضرین کے اتفاقِ رائے سے صدرِ اجلاس مقرر ہوئے۔ مولانا قاری شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے صدارت کی تحریک کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی تھی اُس کا کچھ حصہ ذیل میں درج ہے:-

Marfat.com

"حضرات! ہمارے جلسے کے حقیقی اور معنوی صدر انجمن حضور پُر نور خود بدولت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کی غلامی پر ہم سب کو فخر ہے، اور یہ اسی کی کشش ہے کہ ہر دیار و امصار سے اور تمام طبقوں سے علماء، مشائخ، رؤسا، ملازمت پیشہ اشخاص اپنے کاروبار چھوڑ کر یہاں تشریف لائے ہیں (الیٰ آن قال) صاحبو! ہماری ظاہر بین آنکھوں کے سامنے سے حضور عالی جاہ کی ذات پاک پوشیدہ ہے اور ظاہری کاروبار ظاہری صدر انجمن کے وجود پر موقوف ہے۔ لہٰذا ایک شخص کو صدر انجمن قرار دینا ضروری ہے جو ہمارے حضورؐ کی نیابت کر سکے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے سرکارؐ نے علماء دین کو اپنا وارث اور نائب قرار دیا ہے لہٰذا انھیں میں سے کسی محترم بزرگ کو جو برگزیدہ اور مقدس ہوں، اس وقت کے جلسہ کے لیے صدر منتخب کر لینا چاہیے۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ مولانا مفتی غلام رسول صاحب امرتسری جو فضل و تقدس اور سن و سال کے اعتبار سے واجب التعظیم ہیں۔ اس جلسہ کی صدارت قبول فرمائیں۔"

مولانا ابو محمد عبدالحق صاحبؒ دہلوی نے اس کی تائید فرمائی۔ اور باتفاق رائے حاضرین مولانا ممدوح رونق افزائے صدارت ہوئے۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کی مختصر ترین تقریر نقل کی گئی ہے۔ یہ اقتباس "روداد اجلاس ششم ندوۃ العلماء" مجموعہ محمود المطابع کانپور کے صفحہ ۱۵، ۱۶ سے لیا گیا ہے۔ روداد کی مطبوعہ کاپی مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی مدظلہ، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے میری درخواست پر بذریعہ ڈاک بھجوائی۔ جو ۳ جنوری ۱۹۶۲ء کو میرے پاس پہنچی جس کے لیے میں مولانا کا ممنون ہوں۔

(محمد بہار الحق قاسمی عفی عنہٗ)

Marfat.com

حضرت مفتی صاحبؒ نے چند ماہ کے بعد ندوہ سے بعض امور میں اختلاف رائے کی بناء پر علیحدگی اختیار کر لی تھی، لیکن صرف علیحدگی پر قناعت فرمائی۔ مخالفت کا طریق اختیار نہیں فرمایا، جیسا کہ بعض علماء نے اختیار کیا تھا۔"

مسلک و مشرب

حضرت مفتی صاحبؒ حنفی المذہب اور صوفی المشرب تھے۔ لیکن طبع مبارک میں تعصّب و تشدد نہ تھا۔ دیوبندی بریلوی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اگرچہ علمائے دیوبند سے بعض مسائل میں آپ کو اختلاف تھا، لیکن ان سے حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ امرت سر میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تکفیر کا غلغلہ بلند ہوا، اور بہت ہی شدّت اختیار کر گیا۔ ایسی فضا میں حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی نے جرأت سے کام لے کر جلسۂ عام میں لوگوں کے اس رویّے کی شدید مذمت کی اور فرمایا کہ:۔

"میں مولوی رشید احمد صاحبؒ کا نہ شاگرد ہوں نہ اُستاد، نہ مُرید ہوں نہ پیر، میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں، لیکن آخر وہ ایک عالم ہیں اور ایک عالم کی اس طرح توہین و تکفیر ہرگز جائز قرار نہیں دی جا سکتی۔"

مولانا قاسمیؒ کے ان ارشادات کا بہت اچھا اثر ہوا۔ امرت سر کی فضا میں امن و سکون پیدا ہو گیا۔

حُلیہ و لباس

حضرت مفتی غلام رسُول صاحبؒ نہایت وجیہ اور خوب صورت تھے۔ ہزاروں میں بیٹھے ہوئے اپنے حُسنِ خداداد کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ دراز بینی، کشادہ پیشانی اور خوب صورت ڈاڑھی مردانہ حُسن کا پتہ دیتی تھی۔ اس پر آپ کی خوش پوشی سونے پر سہاگہ کا کام دیتی تھی۔ موسم گرما میں ململ کی پگڑی یا پشاوری لنگی اور موسم سرما میں پشمینے کا عمامہ زیب سر فرماتے۔ چلنے میں رفتار متوسط درجے کی اور باوقار تھی،

Marfat.com

اور اندازِ گفتگو نہایت بارعب لیکن دل کو لُبھانے والا ہوتا۔

وفات

جب آپ کی عمر مبارک سُنّت کے موافق ۶۳ سال کی ہوئی تو آپ پر مرض طاعون کا حملہ ہوا جو بہ فرمانِ رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم "ہر مومن کے لیے شہادت ہے"۔ آپ کے ایک مخلص شاگرد حکیم ڈاکٹر غلام رسُول صاحب مرحوم شب و روز خدمت میں حاضر رہ کر علاج کرتے رہے جس کے نتیجہ میں افاقہ بھی ہو گیا۔ لیکن بظاہر بے احتیاطی اور بہ باطن مشیت ایزدی کے سبب مرض بے قابو ہو گیا۔

انتقال کے کچھ دیر پہلے امرت سر کے بعض علماء موجود تھے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب خطیب مسجد شیخ بڈھا رحمہ اللہ محشی مکتوبات مجدد الف ثانی (متوفی ۱۳۴۸ھ) نے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع فرمائی۔ جب آپ آیت "وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ" پر پہنچے تو حضرت مولانا قاسمی رحمہ اللہ نے مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کو روک کر اور خود اس آیت کو پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا اور مختصر تفسیر بیان فرمائی۔ اس کے بعد سورۃ کا باقی حصہ پڑھنے کے لیے مولانا کو کہا۔ آخر چند گھنٹوں کے بعد اس فاضل بے مثال نے ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو پیر کے دن بوقت سحر اس دُنیائے فانی سے عالم جاودانی کو کُوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

خبرِ رحلت

آپ رحمہ اللہ کے انتقالِ پُرملال کی خبر شہر امرت سر اور اُس کے ملحقہ دیہات بلکہ دوسرے شہروں میں بھی بجلی کی طرح فوراً پہنچ گئی۔ حضرت پیر روشن ضمیر محمد عبد الغفار شاہ

لہ "تذکرہ اسلاف" کے طبع اول میں آپ کے پیر و مرشد کا اسم گرامی حضرت شیخ احمد تارہ ملی لکھا گیا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ آپ کی بیعت حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب رحمہ اللہ (حاشیہ صفحہ اگلے پر دیکھیں)

Marfat.com

صاحب کشمیری ثم لاہوری رحمہ اللہ (متوفی ۲ رجمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۵ رفروری ۱۹۲۲ء) فرماتے تھے کہ :-

"حضرت مفتی صاحب جس وقت فوت ہوئے ٹھیک اسی وقت ہم کو اُس کی اطلاع لاہور میں ہوگئی تھی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ہاتفِ غیبی اس خبر کو پھیلا رہا ہے۔"

حضرت مفتی صاحبؒ کے پیرِ طریقت خواجہ دین محمد صاحب عرف حضرت مُلّا صاحب چُورَوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز نمازِ فجر کے بعد سرد آہ بھر کر فرمایا :-

"آج پنجاب کا آفتاب غروب ہوگیا۔"

حاضرین نے اس کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا کہ :-

"مولانا غلام رسول صاحبؒ امرتسری کا انتقال ہوگیا ہے۔"

اس واقعہ کا ذکر حضرت صاحبزادہ محمد عادل شاہ صاحب چوروی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "الوازیرا ہی" میں فرمایا ہے۔

نمازِ جنازہ

بیرونی مقامات کی جب یہ کیفیت تھی تو امرتسر میں بھلا کیوں نہ تہلکہ مچ جاتا ؟ ہر گھر میں ہر زبان پر اسی واقعہ ہائلہ کا ذکر تھا۔ خورد و کلاں سب کے چہروں پر آثارِ غم ہویدا تھے۔ لوگ جوق در جوق اس کثرت کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ کے درِ دولت پر جمع ہونے لگے کہ کوچہ و بازار اور جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) کشمیری زینہ کدلی رحمہ اللہ (متوفی ۳ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ) سے تھی۔ (محمد بہاء الحق)

Marfat.com

گردونواح کے تمام علاقے انسانوں سے بھر گئے ۔ جب تِل دھرنے کو بھی جگہ نہ رہی ، تو "قلعہ گوبند سنگھ" کے وسیع میدان میں پہنچنے لگے ۔ کیونکہ جنازے کی نماز یہیں پڑھی جانی تھی ۔ تجہیز و تکفین مسنون طریقے پر کرنے کے بعد جنازہ اس شان سے روانہ ہوا کہ ہزارہا بیتاب اور غم زدہ انسانوں کا ہجوم ساتھ تھا ۔ تمام گزرگاہوں پر پانی کا چھڑکاؤ اور جنازے پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی ۔

جنازے کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس اس غرض سے باندھ رکھے تھے کہ جنازے کو کندھا دینے کا شرف زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو حاصل ہو سکے ۔ امرت سر کے غیر مسلم باشندے مسلمانوں کے ایک بوریہ نشین عالم دین کے جنازے کی یہ شان دیکھ کر انگشت بدنداں تھے ۔ قلعے کے میدان تک جو آپ کے گھر سے نصف میل کے فاصلے پر تھا جنازہ کئی گھنٹوں میں پہنچا ۔

"تاریخ اقوام کشمیر" میں لکھا ہے کہ چالیس ، پچاس ہزار مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی اور معمّر ترین بزرگ راوی ہیں کہ اس سے بھی زیادہ اجتماع تھا ۔

کرامت

آپؒ کے انتقال کے ٹھیک تین سال بعد آپؒ کی قبر مبارک کے قریب ایک دوسری قبر کھودتے وقت آپؒ کی قبر مبارک کی لحد میں شگاف نظر آیا ۔ بعض لوگوں نے شگاف کو ہاتھ سے ذرا وسیع کر کے قبر کے اندر جھانکا تو کفن نظر آیا ۔ اس پر لوگوں نے جو کسی میّت کو دفن کرنے کے لیے آئے ہوئے تھے حضرتؒ کی قبر مبارک اور زیادہ واشگاف کر کے اچھی طرح دیکھا تو کفن صحیح سالم تھا ۔ حضرت کے چہرہ مبارک سے کفن اُٹھایا تو اُس کو زندگی کی طرح پُر رونق پایا ۔ یہ خبر شہر میں فوراً پہنچ گئی اور لوگ زیارت کے لیے آنے لگے ۔ اس پر معززینِ شہر نے شگاف بند کر کے قبر مبارک پر مٹی ڈال دی اور شہر سے آنے والے لوگوں کو سختی سے روک دیا ۔

Marfat.com

آپ کی آخری آرام گاہ گورستانِ بلا کا "بیرون حکیماں گیٹ امرت سر میں ہے جس کے گرد چار دیواری بنا دی گئی تھی۔ (نور اللہ مرقدہٗ)

قطعات تاریخ وفات حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسُول صاحبؒ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

از مولٰنا غلام احمد صاحب اخگر مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار اھل فقہ امرت سر (متوفی ۱۹۲۷ء)

فاضل دہر و حامی توحید — کرد زینجا سفر بخلد رسید
نام پاکش بداں غلامؒ رسُول — شد ز طاعون براہ صدق شہید
شورِ ماتم بپا شُدہ ہر سُو — ملک الموت رُوح او چو کشید
وا دریغا کہ روئے مولٰناؒ — تا قیامت کسے نہ خواہد دید
بود او بدرِ کاملِ اسلام — آفتابِ علوم دین مجید
تیرہ گردید صبحِ ما چوں شام — شد محرم عیاں بجائے عید
خبرِ انتقالِ مولٰناؒ — اخگرِ خستہ حال چوں بشنید
از خردیم نہ زہاتفِ غیبی — سالِ تاریخ رحلتش پرسید

داد ہاتف ندا کہ اے اخگر
بشہادت رسید نفسِ سعید

۱۳۲۰ھ

(۲)

(از خواجہ عبد العزیز صاحب خواجہ مرحوم سوداگر پشمینہ امرتسر)

مفتیِ دہر آں غلامؒ رسُول — صدر خاصانِ بارگاہِ الٰہ

Marfat.com

صبحِ دوشنبہ سابع رمضان   رفت سوئے ارم بحشمت و جاہ

زد پئے سالِ ہشت با سروش   نعرۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ[1]

(منقول از تاریخ کبیر کشمیر نمبر ۳۱۴/۳۱۵)

حضرت مفتی صاحبؒ کے اساتذہ کرامؒ

آپ کے اساتذہ کرامؒ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :-

۱- حضرت مولٰنا عبدالقدوس صاحبؒ پاندآنی (۲) حضرت مولٰنا مفتی عزیز الدین صاحبؒ (۳) حضرت مولٰنا صوفی حمایت اللہ صاحب قادریؒ (۴) حضرت مولٰنا حبیب اللہ صاحبؒ پشاوری (۵) حضرت مولٰنا قاری عبدالعلی صاحبؒ (۶) حضرت مولٰنا قطب الدین صاحبؒ۔

اب ان حضرات کا الگ الگ مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے :-

حضرت مولٰنا عبدالقدوس صاحبؒ پاندآنی

آپ محلّہ پاندان متصل جامع مسجد سری نگر کے باشندہ تھے۔ آپکے والدِ ماجد مولٰنا امیر الدینؒ کلاں کے نام سے مشہور تھے اور مولٰنا امیر الدینؒ علامہ ہدایت اللہ صاحبؒ کے فرزند دوم تھے۔ مولٰنا امیر الدینؒ مدّت تک قضاءِ کشمیر کے منصب پر فائز رہے "حق گوئی و بے باکی" آپ کا شیوہ تھا۔ مولٰنا عبدالقدوس صاحب بھی اپنے اسلاف کے طریق پر کامزن رہے۔ آپ اپنے والدِ ماجد کے شاگرد تھے آپؒ بھی مدّت تک قضا کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تعلیم و تدریس آپ کا مستقل شغل تھا۔ اس کے بعد ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں شہزادگانِ شجاع الملک

---

[1] لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے اعداد کو آٹھ بار جمع کرنے سے ۱۳۲۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔

Marfat.com

کو تعلیم دینے پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کشمیر واپس تشریف لائے اور ۱۲۸۳ھ میں فوت ہو کر اپنے آباء و اجداد کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ۔ (ماخوذ از تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۳۰۸/۳۰۹)

حضرت مولانا مفتی عزیز الدینؒ

فرزند ارجمند مولانا مفتی ناصر الدین صاحبؒ سے پہلے اپنے والد ماجدؒ سے علوم کی تحصیل فرمائی۔ پھر حضرت علامہ سید سعید صاحبؒ اندرابی کشمیری سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل کی۔ آپؒ جرأت و ذکاوت اور تقریری و تحریری مناظرہ و مباحثہ میں اپنے زمانہ میں فرد یگانہ تھے۔ مسندِ قضاء و فتویٰ کو زینت بخشی۔ راجہ رنبیر سنگھ والیٔ کشمیر کے دورِ حکومت میں محکمۂ عدالت کے صدر کے صدر نشین رہے۔ کثرتِ مشاغل کے باوجود درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ آخر منصبِ عدالت سے مستعفی ہو کر خلوت گزیں ہو گئے (منقول از تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۳۱۳/۳۱۴)

تاریخ اقوام کشمیر جلد سوم صفحہ ۱۴۱/۱۴۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد امیر عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم سابق والیٔ افغانستان نے صوبہ جلال آباد (افغانستان) کی قضا (ججی) کے لیے آپ کو یاد فرمایا۔ لیکن چونکہ آپ درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرما چکے تھے اس لیے آپ نے امیر ممدوح کی پیش کش کو منظور فرمانے سے انکار کر دیا۔

آخر آپ ۱۰ شوال ۱۳۱۴ھ کو انتقال فرما کر سری نگر ہی میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا صوفی حمایت اللہ صاحبؒ کشتواڑی

حضرت موصوف کشتواڑ (کشمیر) کے باشندہ تھے۔ کشتواڑ سے امرتسر تشریف لے آئے تھے۔ عالم باعمل اور صوفی مشرب اور حضرت میاں قطب الدین

Marfat.com

صاحب رح کنگالی کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۶۹ھ) کے مرید باصفا تھے۔ حضرت میاں قطب الدین صاحب رح کنگالی حضرت میاں محمد رفیق صاحب رح کنگالی (متوفی ۱۲۲۶ھ) کے فرزندِ دوم تھے اور حضرت میاں محمد رفیق صاحب رح کنگالی حضرت میاں گل محمد صاحب رح کنگال اکبرآبادی (متوفی ۱۱۹۸ھ) کے خلیفہ تھے۔ یہ سب حضرات اپنے زمانے کے اولیاء کبار میں سے تھے اور ان سب کا مختصر تذکرہ "تاریخ کبیر کشمیر" میں ملتا ہے۔

(ملاحظہ ہوں صفحات ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۷)

چونکہ ان سب حضرات کا تذکرہ نقل کرنے میں طوالت ہو جائے گی۔ اس لیے نظرانداز کیا جاتا ہے۔

حضرت میاں گل محمد صاحب رح نے اپنے آپ کو تواضع کے طور پر زادِ آخرت سے تہی دست اور کنگال کہا ہوگا۔ اسی سے "کنگالی" مشہور ہو گئے۔ ؎

آں محمدؐ گل کہ ہمچوں گل شگفت

شاہ بود و خویش را کنگال گفت

اور آپ کے مریدین و خلفاء کو اسی نسبت سے "کنگالی" کہا جانے لگا۔

غرض مولنا حمایت اللہ صاحب رح نے سفرِ حج سے واپسی پر امرتسر کو مستقر بنایا اور درس و تدریس اور ذکر و فکر اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اُس زمانہ میں حضرات کشامرہ کا شالبافی کا کاروبار نہایت فروغ پر تھا۔ دولت کا نشہ سر پر سوار تھا۔ حد یہ کہ ان میں سے بعض لوگ حقّے میں پانی کی بجائے دُودھ ڈال کر کش اُڑاتے تھے۔ "دینداری" کا انحصار یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفے پر تھا۔ بلکہ مسجدوں میں بھی چلاّ چلاّ کر یہی وظیفہ پڑھا جاتا تھا۔ حضرت مولنا نے آیت قرآنیہ "اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" یاد دلا کر نصیحت فرمائی کہ مسجدوں میں صرف اللہ کو پکارو اور اُسی کا ذکر

Marfat.com

کیا کرو۔ یہ نصیحت سرمایہ دار بدمستوں کو ناگوار خاطر ہوئی اور اپنے کاریگروں، مزدوروں اور نوکروں کے ذریعہ مولٰنا کو ستانا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ اُن کے راستہ میں گڑھا کھود کر اُس پر گھاس پھونس ڈال دیا گیا۔ مولٰنا اندھیرے میں اِدھر سے گزرے اور گڑھے میں گر گئے۔ بہت چوٹیں آئیں۔ کھڑے ہوئے تو آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر ایک سرد آہ بھری۔

اِس کے بعد آپؒ جلد ہی دوبارہ مکہ معظمہ کو بغرضِ حج روانہ ہو گئے۔ اپنے بھائی مولٰنا عطاء اللہ صاحبؒ مرحوم کو ہمراہ لے گئے تھے، جو مکہ معظمہ ہی میں وفات ہو کر مدفون ہوئے۔ مکہ معظمہ میں امرتسر کا ایک شخص آپؒ سے ملا اور اُس نے مولٰنا کو بتایا کہ آپ کو دُکھ دینے والے لوگ دیوالیہ ہو کر کچھ تو مر کھپ گئے ہیں اور کچھ نہایت عسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مولٰنا نے اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اِنّا للہ پڑھ کر خاموش ہو گئے۔

مولٰناؒ عبادت گذار اور شب بیدار بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ایک معتقد نے عرض کیا کہ حضرت رات کو آرام بھی فرما لیا کریں تو جواب میں فرمایا: ؎

چشمے کہ در خوار بود چوں خسپد
آں را کہ غمِ یار بود چوں خسپد

یہ واقعات جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر میں نے اپنے والد محترم رحمہ اللہ سے سُنے ہیں اور بعض واقعات دوسرے لوگوں سے۔ اب مولٰنا کا تعارف مولفِ "تاریخِ کبیر کشمیر" کی زبانِ قلم سے سُنیئے:۔

"مولوی حمایت اللہ از علماء وقت اکتسابِ علوم نمودہ و بر دستِ میاں قطب الدینؒ کنگالی بیعت کرد بزیارتِ حرمین شریفین مشرف و شب بیدار و مشغول اذکار می بود و در کشف مشہور بود۔ و در امرتسر از سفر حرمین مراجعت نمود

دو درآنجا برادر خورد مولوی عطاء اللہ ہمراہ خود گرفتہ باز بزیارت حرمین نہضت کرد و برادرش درآنجا رحلت نمودہ در مکہ معظمہ مدفون شد مولوی حمایت اللہ روانہ ہندشدہ در بھوپال رسید در سن سہ صد و شانزدہ (۱۳۱۶ھ) انتقال نمودہ و درآنجا آسودہ" (صفحہ ۳۱۴)

اخبار اہل حدیث امرتسر مجریہ ۸ اگست ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۰ میں مولانا صوفی حمایت اللہ صاحبؒ کو علماء اہل حدیث میں شمار کرنے کے علاوہ کہا گیا ہے کہ وہ مولینا پیر عبدالعزیز صاحب قاسمی اور مولانا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاسمی کے قریبی رشتہ دار تھے۔ مولانا صوفی صاحب موصوفؒ کے متعلق میرے والد ماجد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صوفی صاحبؒ حنفی المذہب اور قادری المشرب بزرگ تھے۔ ان کو مروجہ معنوں میں "اہل حدیث" کہنا غلط ہے۔ رہا رشتہ داری کا معاملہ تو اس کی اگر کوئی حقیقت ہوتی تو میرے والد ماجد اور میرے دوسرے بزرگ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے لیکن باوجودیکہ حضرت صوفی صاحب کا ذکر خیر میں نے اپنے بزرگوں سے بارہا سنا لیکن رشتہ داری کا ذکر میرے سامنے کبھی نہیں ہوا۔ انتہا بہا الخ۔

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب پشاوری

آپؒ کے آباؤ اجداد کشمیر سے پشاور آئے تھے۔ وہیں آپ کی پیدائش ہوئی اور وہیں آپؒ نے پرورش اور تعلیم بھی پائی تھی۔ بعد میں امرتسر میں اقامت فرمائی اور وہیں عمر کا بقیہ حصہ درس و تدریس میں گذارا۔ اور امرتسر ہی میں فوت ہو کر مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک اب بھی وہاں موجود ہے۔

آپؒ علامہ حافظ دراز صاحبؒ پشاوری محشی قاضی مبارک و شارح بخاری شریف (متوفی ۱۲۶۳ھ ، ۱۸۴۷ء) کے قابل تلامذہ میں سے تھے آپ نے "عشرہ مبشرہ"

Marfat.com

اور "الطالِ شرذمہ" کے نام سے دو نہایت فاضلانہ کتابیں لکھی تھیں جن میں بعض خلافی فقہی مسائل میں مذہب حنفی کے دلائل بیان فرمائے اور اعتراضات کے محققانہ جوابات دیئے تھے۔ سنِ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

"عشرہ مبشرہ" مطبوعہ ۱۲۹۸ھ کا ذکر فہرست کتب خانہ سردار الحکما حیدرآباد دکن صت ۲۳۵۳ و فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن جلد ۲ صت ۱۳۹۲ میں ملتا ہے۔

علامہ حافظ دراز صاحبؒ

علامہ ممدوحؒ کے متعلق میرے استفسار پر مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ شیخ التفسیر جامع اسلامیہ بہاول پور نے ۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۸۳ھ کو ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حافظ دراز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام ملا محمد حسن ہے۔ آپ شہر پشاور کی مسجد گنج میں رہا کرتے تھے اور حافظ صاحب گنج کے نام سے معروف تھے۔ "قاضی سلم" پر ان کا حاشیہ ہے اور بخاری شریف پر ان کی فارسی شرح ہے جو مکمل نہیں۔ "منح الباری" اس کا نام ہے اگرچہ مطبوعہ ہے لیکن نایاب ہے۔ میں نے چارسدہ کے شیخ الحدیث مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں "منح الباری" کو دیکھا ہے۔ بہترین شرح ہے۔ اس میں بعض نکات ایسے ہیں جو اکثر شروح میں نہیں ملتے۔ اس شرح کا ذکر نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی مرحوم نے "اتحاف النبلاء" میں بہ سلسلہ شروح بخاری کیا ہے، لیکن انھوں نے سہواً یا غلطی سے مولانا حافظ دراز صاحبؒ کو پنجابی لکھا ہے، جو صحیح نہیں۔ سید احمد صاحب بریلویؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیلؒ صاحب شہید سے حافظ صاحب کی ملاقات ہوئی ہے۔ اگر لاہور میں "نزہۃ الخواطر" مل سکے جو علماء ہند کی عربی تاریخ ہے تو اس میں حافظ صاحبؒ کے حالات

Marfat.com

موجود ہیں میں نے خود دیکھا ہے۔"

مولانا افغانی کے ارشاد کے مطابق "نزہۃ الخواطر" دیکھی گئی تو اس میں حضرت حافظ صاحبؒ کے نام گرامی کے ساتھ "خوشابی" کا لفظ لکھا ہوا پایا۔ اور "خوشاب" ضلع سرگودھا (سابق پنجاب) کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ "تذکرہ علمائے ہند" مترجمہ میں حضرت حافظ صاحب کے نام کے ساتھ "خوشانی" لکھا ہے۔ اصل میں "خوشابی" ہوگا۔ کتابت کی غلطی سے "خوشانی" ہوگیا۔ "حدائق الحنفیہ" صفحہ ۴۸۲ میں حضرت حافظ صاحب کو "خوشابی" کہا گیا ہے (واللہ اعلم) حضرت سید احمد صاحبؒ بریلوی نے علماء پشاور کے نام ایک طویل فارسی مکتوب تحریر فرمایا تھا "مکتوب الیہم" کے سلسلہ میں حضرت حافظ صاحبؒ کا اسم گرامی مرقوم ہے (ملاحظہ ہو "تواریخ عجیبہ" مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۲۰۳) حضرت سید صاحبؒ نے اسی خط میں لکھا ہے کہ "مذہب این فقیر باعتبار مذہب حنفی است" (ایضاً صفحہ ۲۰۶)

حضرت مولانا قاری عبدالعلی صاحب

آپ کا اصلی وطن گجرات (پنجاب) تھا۔ پھر امرتسر میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ علامۂ زمن حضرت مولانا مفتی صدر الدین دہلویؒ کے شاگرد

ل حضرت مفتی صاحب دہلوی موصوف کشمیری الاصل تھے۔ آپ دہلی کے صدر الصدور اور مفتی اعظم تھے۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں جس کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا فتویٰ جہاد کے الزام میں آپ کی جائیداد ضبط ہوگئی تھی۔ چند ماہ کی نظربندی کے بعد آپ کو رہائی ملی۔ نواب یوسف علی خان رامپوری، نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور سید احمد خاں علی گڑھی آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں ہوئی (تذکرہ مشاہیر مؤلفہ نظامی بدایونی جلد ۲ صفحہ ۳۰)

Marfat.com

تھے۔ مولانا قاری صاحبؒ ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے دینی وجاہت کے ساتھ دنیوی وقار بھی عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ جہاں آپ درس و تدریس کے ذریعہ دینی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ وہاں میونسپل کمشنر ہونے کی وجہ سے بھی مرجع انام تھے اور اس طرح مسلمانوں کی دنیوی امداد فرماتے تھے۔ آپ کا انتقال بھی امرتسر میں ہوا تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا قطب الدین صاحبؒ

آپ حضرت مولانا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا محی الدین صاحبؒ کا وطن و مولد کشمیر تھا۔ "تاریخ کبیر کشمیر" میں آپ کی نسبت لکھا ہے:۔

"مولانا قطب الدینؒ فرزند مولوی محی الدین کشمیری توطن در علم ظاہری فرد یگانہ بود در رسالہ از وے یادگار است عن جملہ آنہا "دخن الدّین" ، در جواب خمسہ مسائل "تحفۃ الہند" "ہلالِ عید" وغیرہ است و با شیخ احمد کشمیری واعظ (متوفی ۱۲۹۰ھ) در بعض مسائل مناظرہ داشت موجبِ آں بعض جہلاءِ امرتسر او را بتر نصب منسوب می کردند حالانکہ وے بری عنہ بودہ است۔ بعد انتقال بیرون شہر امرتسر مقبرۂ فتح بابا آرمید (صفحہ ۲۰۹)

منشی محمد الدین صاحب فوقؔ مرحوم نے بھی اپنی کتاب "ملک العلماء علامہ عبدالحکیم صاحبؒ" صفحہ ۴۲ میں مولانا قطب الدین صاحب کا ذکر خیر کیا ہے۔ آپ کی وفات تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی تھی لیکن وفات کی تاریخ اور سال معلوم نہیں۔

حضرت مفتی صاحب قاسمیؒ کے تلامذہ

حضرت مفتی صاحب کے اساتذہ کے تذکرہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

آپ کے شاگردوں کا مختصر تذکرہ بھی کر دیا ہے۔ آپ [illegible]ردوں کی تعداد بلا مبالغہ
ہزاروں تک پہنچتی ہے جن میں سے بعض حضرا[illegible] نام مجھے معلوم ہیں۔
(۱) مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی [illegible] برادرزادے اور
جانشین (۲) مولانا عطاء اللہ صاحب کشمیری [illegible] (۳) مولانا
نور بخش صاحب توکلی ایم اے سابق [illegible] لاہور
(۴) مولانا مفتی سید [illegible] امرتسری (۵) مولانا نجم الدین صاحب
امرتسری (۵) [illegible]الدین صاحب سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور (۶) حضرت مولانا
رسول خان صاحب مدظلہ سابق دارالعلوم دیوبند حال شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور
(۷) مولانا حکیم ڈاکٹر غلام رسول صاحب امرتسری مرحوم (۸) مولانا عبدالعزیز صاحب
امرتسری مرحوم (۹) مولانا رسول شاہ صاحب کشمیری امرتسری مرحوم (۱۰) مولانا
پیر سلام الدین صاحب قاسمی امرتسری مرحوم (۱۱) مولانا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی
امرتسری مرحوم (۱۲) مولانا ظہور محی الدین صاحب امرتسری مرحوم (۱۳) مولانا
ثناء اللہ صاحب مرحوم سابق ایڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر (۱۴) مولانا غلام احمد
صاحب حکاک مرحوم امرتسری (۱۵) مولانا غلام قادر صاحب امرتسری
مرحوم (۱۶) مولانا عبداللہ صاحب نبکالی مرحوم (۱۷) مولانا پیر عبدالجبار صاحب
کشمیری مرحوم (۱۸) مولانا عبدالغنی صاحب ڈار کشمیری مرحوم (۱۹) مولانا
دائم اللہ صاحب بدخشانی مرحوم (۲۰) مولانا سید ذکریا صاحب بخاری
مرحوم (۲۱) مولانا گل محمد صاحب افغانی مرحوم (۲۲) مولانا حافظ غلام محمد صاحب
امرتسری (مرحوم) (متوفی ۱۹۰۴ء) (۲۳) حکیم فیروزالدین صاحب طغرائی امرتسری
(متوفی ۱۹۳۱ء) جو ایک بلند پایہ صحافی اور شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوئے (۲۴)
حکیم غلام نبی صاحب مرحوم (مدفون لاہور ۱۹۱۶ء) جو اصل میں موضع اوان تحصیل

Marfat.com

امرتسر کے باشندہ تھے، پھر لاہوری ہو گئے۔ پچاس سے زیادہ طبی کتابوں کے مصنف اور ماہنامہ "حافظ صحت" لاہور کے ایڈیٹر تھے۔ دینی کتابیں آپ نے حضرت مفتی صاحب رح سے پڑھی تھیں (۵۲) مولانا خیر شاہ صاحب پیر واعظ امرتسر مرحوم (متوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

ان حضرات میں سے مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی کا تذکرہ مولانا پیر عبدالعزیز صاحب قاسمی کی اولاد کے سلسلہ میں اور مولانا پیر سلام الدین رح صاحب قاسمی کا ذکرِ خیر مولانا پیر عبدالقدوس صاحب قاسمی کی اولاد کے تذکرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ باقی چند حضرات کے مختصر حالات جو اس وقت مجھے مستحضر ہیں، ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

مولانا عطا اللہ صاحب فاضل کشمیری

آپ موضع ڈرہامہ واگورہ پرگنہ کو ہمن تحصیل و ضلع بارہ مولہ کشمیر کے باشندہ تھے۔ آپ کے پردادا قاضی محمد سخی صاحب رح بعہد حکومت خالصہ سرینگر کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ نے تقریباً تمام علوم نقلیہ و عقلیہ کی درسی کتابیں حضرت مفتی صاحب رح قاسمی سے پڑھیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ ہندوستان چلے گئے تھے۔ وہاں حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ خان صاحب رح جون پوری سے شفا وغیرہ کی تعلیم حاصل کی (جیسا کہ اُنھوں نے اپنی ایک تصنیف میں اس کا ذکر کیا ہے) آپ نہایت ذہین و فطین عالم تھے۔ ہندوستان میں رہ کر آپ نے "اُفق المبین" پر حواشی لکھے تھے۔ آپ کی ایک تصنیف "التحقیق المحقق لما فی تحقیق المطلق"، راقم الحروف کے پاس امرتسر میں موجود تھی۔ اس کتاب میں آپ نے مولانا فضل حق صاحب رح پنجابی کے اُن حواشی پر تنقید کی تھی، جن میں مولانا فضل حق صاحب رح خیرآبادی کے حواشی (بر حاشیہ

Marfat.com

السید الذاہد) کا رد لکھا گیا تھا۔ اس کتاب کے ملاحظہ کرنے سے مولانا کشمیری کی علوم عقلیہ میں وسعت و مہارت تامّہ کا پتہ چلتا ہے۔ آپ مولانا جون پوری کی خدمت میں رہ کر طلبا کو پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا جون پوری رح نے سید سبحان اللہ خان صاحب مرحوم رئیس اعظم گورکھ پور کی درخواست پر مولانا کشمیری کو گورکھ پور بھیج دیا۔ وہاں آپ رئیس موصوف کو پڑھاتے رہے۔ مولانا کشمیری کی شہرت علمی دنیا میں ہونے والی تھی کہ عین عالم شباب میں گورکھ پور میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ رئیس موصوف نے اپنے باغ بیرون شہر میں دفن کیا۔ آپ کا سن وفات ۱۳۲۱ھ (ماہ ربیع الثانی) ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب مرحوم کی شادی سیّد محی الدین شاہ صاحب مرحوم (رنیا محلہ لدھیانہ) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھیں جو تا حال کوئٹہ (بلوچستان) میں بقید حیات ہیں۔ آپ کے داماد سیّد محمد صدیق شاہ بی اے کوئٹہ میں کسی بڑے فوجی عہدہ پر فائز ہیں۔

مولانا نور بخش صاحب ایم۔ اے توکلی رح

آپ اوائل شباب میں میونسپل بورڈ کالج امرتسر میں مدرس تھے۔ کئی سال وہاں قیام رہا۔ اس دوران میں آپ کالج ٹائم کے بعد حضرت مفتی صاحب قاسمی کی خدمت میں حاضر ہو کر منقولات اور معقولات کی کتابیں برابر پڑھتے رہے۔ آپ نے تمام درسی کتابیں حضرت مفتی صاحب سے پڑھیں۔ عرصے کے بعد آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے اور آخر وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱۵ھ) کے مریدین میں سے تھے اس لیے توکلی کہلاتے۔ انجمن نعمانیہ لاہور کے ناظم تعلیمات اور انجمن مذکور کے ماہنامہ کے مدیر بھی تھے۔ بہت سی تصانیف کے مصنف بھی تھے جن

Marfat.com

چند تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) ... ترجمہ ... الجرح علی ابی حنیفہ (۲) تحفہ شیعہ (ضخیم کتاب) مدارج مشائخ نقشبندیہ (ترجمہ) (۴) شرح قصیدہ بردہ شریف ... صلی اللہ علیہ وسلم (ضخیم) (۶) اعجاز القرآن (۷) ترجمہ تحقیق المرام فی منع القراءۃ خلف الامام (مع حواشی) تحقیق المرام حضرت مفتی صاحب قاسمی کی تصنیف ہے (۸) ترجمہ اردو الرسالۃ الجلیلہ (اصل کتاب حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی کی تصنیف ہے)

مولانا توکلی نہایت باخلاق متواضع اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ کا وطن موضع چک قاضیاں (جس کو چک سردن ناتھ بھی کہتے تھے) ضلع لدھیانہ تھا۔ تقسیم ہند کے بعد اپنے برادر نسبتی چودھری محمد سلیمان صاحب ایڈووکیٹ لائل پور کے مکان میں فوت ہو کر لائل پور میں مدفون ہوئے۔ آپ علی گڑھ کالج سے ایم اے پاس کر کے امرت سر آئے تھے۔ تاریخ وفات ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء۔

مولانا مفتی عبدالصمد خان صاحب امرت سری

آپ حضرت مفتی صاحب قاسمی کے اولین شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے اکثر درسی کتابیں حضرت مولانا قاسمی سے پڑھیں اور کچھ کتابیں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب پشاوری ثم امرت سری سے (جن کا ذکر خیر حضرت قاسمی کے اساتذہ میں ہو چکا ہے) آپ کو علم فقہ و علم توریت اور علم طب میں اچھی مہارت تھی۔ علاوہ فتویٰ نویسی اور درس و تدریس کے مطب بھی کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک اختلافی مسئلہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم

Marfat.com

ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر کے ساتھ مناظرہ ہوئے تھے۔

آپ نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے۔ جن میں سے ایک رسالہ کا نام "صَوْلَةُ الصَّرْغَامِ عَلٰی اَعْدَاءِ الْاَمَامِ الْهُمَامِ" تھا۔ ۱۳۳۶ھ میں امرتسر میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔

مولانا عبدالعزیز، مولانا غلام احمد حکاک اور مولانا رسول شاہ امرتسری

یہ تینوں بزرگ حضرت مفتی صاحبؒ قاسمی کے شاگرد اور بیٹوں کی طرح عزیز تھے۔ ان تینوں حضرات کو بھی حضرتؒ سے اس قدر محبت تھی جیسے اولاد کو ماں باپ کے ساتھ ہوتی ہے۔

مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے متعلق "تاریخ کبیر کشمیر" صفحہ ۲۸۸ میں لکھا ہے:۔

"اصلش از کشمیر موضع آریگام بود حسب مقسوم آب و دانہ پدرش بطرف امرتسر رفتہ در آنجا متاہل شد۔ مولوی موصوف در شہر مذکور متولد شدہ اکتساب علوم از مفتی ابو زبیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی امرتسری نمودہ بعد ازاں از راہ ہوس سیاحت اطراف ہندوستان دامنگیر شد و آداب طریقت از حضرت شمس الدینؒ چشتی و حاجی الٰہی بخشؒ صاحب آموخت و صاحب فلاح و صلاح گردید۔ بتاریخ ہفتدہم ماہ رمضان سنہ ہزار و سہ صد و بیست و یک (۱۳۲۱ھ) بیک اجل رسید و از دنیا بعقبیٰ پرید در شہر امرتسر در قبرستان لولاکا" در ذخیرۂ اقارب مفتی صاحب موصوف مدفون گردید۔"

مولانا رسول شاہ صاحب مرحوم کے متعلق "تاریخ کبیر کشمیر" میں لکھا ہے:۔

"کتب صرف و نحو و فقہ وغیرہ از مفتی غلام رسولؒ شہید امرتسری

خوانده و مدتے تجارت مشغول بود چوں بازار تجارتش سست گردید در شهر امرت سر امامت مسجد کلاں محلہ حکیماں اختیار کرد۔ مرد صالح و خوش خلق و ذہین الطبع بود چند رسائل نظم فارسی و کشمیری و قصائد و غزلیات یادگار اوست۔ اوّل ماہ صفر یوم چہار شنبہ سنۃ ہزار و سہ صد و بست و دو (۱۳۲۲ھ) فوت شدہ در شہر امرت سر در خطیرہ مفتی صاحب در مقبرہ "بلاکا" مدفون است" (صفحہ ۳۵۲)

مولٰنا عبدالعزیز صاحب موصوف[1] قلعہ بھنگیاں امرت سر میں سکونت رکھتے تھے ۔مولٰنا غلام احمد صاحب حکاک مرحوم نے تحصیلِ علوم کے بعد تجارت کا شغل اختیار کر لیا تھا۔

مولٰنا حکیم ڈاکٹر غلام رسولؒ صاحبؒ امرت سری

آپ نے صرف و نحو و منطق اور فقہ و تفسیر وغیرہ علوم و فنون کی تمام کتابیں حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحبؒ قاسمی سے پڑھی تھیں ۔آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے مخلص اور جاں نثار شاگردوں میں سے تھے حضرت مفتی صاحبؒ کے مرضِ وفات کے ایام میں آپ نے ان کی انتہائی خدمات سرانجام دی تھیں۔

---

[1] مولٰنا عبدالعزیز صاحب مرحوم کے شاگردوں میں سے مولٰنا غلام احمد صاحب اخگر مرحوم (قلعہ بھنگیاں امرت سر متوفی ۱۹۲۷ء) مشہور رُوحانی اور مناظر گذرے ہیں۔ مذاہب باطلہ مرزائیت وغیرہ کے مقابلہ میں شمشیر برہنہ تھے۔ اخبار "اہل فقہ" امرت سر کے مدیر تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کے تین صاحب زادے لاہور کے مختلف دفاتر میں ملازم ہیں، منجھلے صاحب زادے منظور الحسن صاحب بٹ سیکرٹریٹ لاہور میں سیکشن آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

Marfat.com

آپ نے یونانی طب کی کتابیں دہلی کے آخری تاجدار شاہ بہادر شاہ ظفر مرحوم کے طبیب خاص حکیم احسن اللہ خان صاحب مرحوم (متوفی ۱۸۷۳ء) سے اور ایلوپیتھک کی کتابیں ڈاکٹر خیر الدین مرحوم سے (جو اس زمانہ میں امرت سر کے ہیلتھ افسر تھے) پڑھیں۔ ہومیوپیتھک کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے خود فرمایا تھا۔ غرض آپ جامع الکمالات طبیب تھے۔ پروفیسر غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم۔ اے امرت سری (حال مقیم لاہور) نے اپنی کتاب "کلیات طغرائی" کے صفحہ ۴ میں لکھا تھا:-

"علامہ حکیم غلام رسول علوم دینیہ کے زبردست عالم ہونے کے علاوہ فن طب میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔"

حکیم صاحب موصوف نے چند رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے:-

۱۔ رسالہ لحمیہ مع ضمیمہ (مسئلہ گوشت خوری پر آریہ سماجیوں کا رد)

۲۔ تحفہ صادقیہ (طبی)

۳۔ خرقۃ الفقراء (تصوف)

۴۔ اطاعۃ الرسول ﷺ (رد فتنۂ انکار حدیث)

آپ نے ایک سو پندرہ ۱۱۵ برس کی لمبی عمر پا کر ماہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ اپریل ۱۹۳۸ء میں انتقال فرمایا (غفر اللہ لہٗ)

حکیم صاحب کے متعلق یہ معلومات حکیم صاحبؒ کے نواسوں حکیم محمد شریف صاحب ساجد ایم۔ اے [1] اور ڈاکٹر [illegible] بشیر احمد صاحب امرت سری (لاہور) سے حاصل ہوئے ہیں۔ آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔

---

[1] ساجد صاحب تاریخ ۹ ستمبر ۱۹۶۲ء اس دنیائے فانی سے [illegible] جاودانی کو رخصت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون (محمد بہاء الحق)

Marfat.com

نکاح و اولاد

حضرت مفتی صاحب کی رُوحانی اولاد کے ذکر کے بعد آپ کی صُلبی اولاد کا مختصر تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوا۔ آپ نے یکے بعد دیگرے تین نکاح کیے تھے۔
پہلی بیوی صاحبہ سے ایک صاحبزادہ تولّد ہوا تھا جو بچپن میں انتقال کر گیا تھا۔
دوسری بیوی صاحبہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسری بیوی صاحبہ سے دو صاحبزادے (پیرزادہ محمد زبیر صاحب قاسمی و پیرزادہ محمد ہادی صاحب قاسمی) اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔
دونوں صاحبزادے بفضلِ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں۔ اوّل الذکر کراچی میں اور ثانی الذکر سیالکوٹ میں مقیم ہیں۔
دونوں صاحب زادے ماشاء اللہ کثیر اولاد ذکور و اناث کے باپ ہیں۔
حضرت مفتی صاحب کی صاحب زادیوں میں سے صرف ایک صاحب زادی موجود ہیں۔ جن کے شوہر سیّد محمد مقیم صاحب تجاری ریٹائرڈ پولیس انسپکٹر بنگال (حال مقیم لاہور) ہیں۔ بڑے داماد "خان بہادر" سیّد میر عنایت الدین سابق اتاشی وائسرائے ہند بھی زندہ ہیں اور بفضلِ تعالیٰ سب فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حضرت پیر صدیق اللہ قاسمی کی اولاد

مولانا پیر احمد اللہ قاسمیؒ و پیر عبدالرحمٰن قاسمیؒ

حضرت پیر صدیق اللہ صاحبؒ قاسمی کے دو صاحب زادے تھے (۱) مولانا

لہ آپ سیّد میر عبدالمجید شاہ صاحب کی صاحب زادی تھیں۔ سیّد صاحب مرحوم کے مریدین کا حلقہ بمبئی، کلکتہ اور برما تک وسیع تھا۔ ان کے ایک صاحب زادہ حکیم سیّد مصطفےٰ شاہ مرحوم ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مطب کرتے تھے اور ۱۹۰۳ء میں وہیں فوت ہو گئے تھے۔ حکیم صاحب کے ایک صاحب زادہ سیّد سعید شاہ صاحب سری نگر میں اس وقت زندہ موجود ہیں۔

Marfat.com

پیر احمد اللہ صاحب نامی نہایت ذہین عالم تھے۔ آپ نے حضرت علامہ مولانا سید سعید الدین صاحب اندرابی کشمیری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا قطب الدین صاحب امرتسری رحمہ اللہ اور دیگر علماء حقانی سے تعلیم حاصل کی تھی۔

مولفِ "تاریخ کبیر کشمیر" نے مولانا احمد اللہ صاحب اور منشی پیر عبدالرحمن صاحب مرحوم کا بھی مختصر تعارف کرایا ہے۔ چنانچہ وہ صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ اندرابی نے اپنے والد ماجد حضرت میر جمال الدین اندرابی (متوفی ۱۲۷۱ھ) اور حضرت شیخ اکبر ہادی تارہ بلی کشمیری (متوفی ۱۲۴۳ھ) سے بعض علوم ظاہرہ و باطنی حاصل کیے۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں کئی سال تک اقامت پذیر رہے اور اس مدت میں آپ نے مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی (متوفی ۱۲۶۲ھ) سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند حاصل کی۔ منطق اور فلسفہ کی کتابیں مولانا مفتی صدر الصدور کشمیری ثم الدہلوی (متوفی ۱۲۸۵ھ) سے اور علم ہیئت و ہندسہ کی کتابیں مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی ثم الدہلوی (متوفی ۱۲۶۷ھ؍۱۸۵۱ء) سے پڑھیں اور مولانا محمد شریف صاحب سے آدابِ سلوک بطریق نقشبندیہ مجددیہ سیکھے۔ تکمیل کے بعد کشمیر آ کر مسند درس و ارشاد پر متمکن ہوئے اور مخلوقِ خدا کو اپنے فیض سے مستفیض فرماتے رہے اور ۱۲۰۲ھ میں واصل بحق ہو کر کشمیر ہی میں مدفون ہوئے (تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۸۱)۔ علامہ سید سعید الدین اندرابی کے برادر اکبر سید جلال الدین اندرابی کے پڑپوتے مولانا حافظ سید میرک شاہ صاحب اندرابی آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔ آپ کو حدیث کی سند حسب ذیل بزرگوں سے حاصل ہے:

(۱) حضرت شیخ حسن نقشی (محلہ خانیار سرینگر) (۲) مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی شارح ابو داؤد (۳) مولانا محمد صدیق صاحب تلمیذ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری (۴) حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری۔ مولانا میرک شاہ صاحب اندرابی کا سیاہ اگلے صفحہ پر دیکھیے

Marfat.com

"مولوی احمد اللہ قاسمی خلف پیر صدیق اللہ قاسمی کہ ذکرش در تحفۃ مشائخ رفت شاگرد شیخ مولوی حمایت اللہ کشتواڑی و مولوی قطب الدین رح سیالکوٹی رحمہم امرت سری و مولوی حسن اللہ لاہوری بود۔ بعد آں در کشمیر آمدہ از خدمت سید سعید صاحب اندرابی تحصیل علم فرمود۔ بعد شش ماہ باز بہ امرت سر رفتہ بر جادۂ تدریس مستقر گردید و بر دست حاجی الٰہی بخش صاحب در طریقۂ نقشبندیہ بیعت نمود و چند قصائد در لغت گفتہ است۔

در سنہ ہزار و سہ صد و چہار (۱۳۰۴ھ) ازیں دنیا رحلت کرد و در امرت سر در مقبرہ "بلاکا" در خطیرۂ اسلاف مدفون شد۔ و برادرش منشی عبدالرحمن صاحب املاء و انشاء بود عزیز دراں مقبرہ مدفون است۔"

منشی محمد الدین صاحب فوق لاہوری نے بھی مولانا کا ذکر خیر "تاریخ اقوام کشمیر" جلد اول اور کتاب "ملک العلماء" علامہ عبدالحکیم" کے صفحہ ۲۴ میں کیا ہے۔

مولانا موصوف رح کی ہمشیرہ محترمہ مولانا پیر عبدالحمید صاحب قاسمی کے نکاح میں تھیں۔ گویا آپ راقم الحروف (محمد بہاء الحق) کے والد ماجد مولانا مفتی پیر غلام مصطفٰے صاحب قاسمی کے ماموں بھی تھے اور آپ کے والد محترم کے چچازاد بھائی بھی۔

ان دونوں بھائیوں (مولانا) احمد اللہ صاحب مرحوم و منشی عبدالرحمن صاحب مرحوم کی کوئی اولاد موجود نہیں۔ اور اس طرح خاندان قاسمی کی یہ ایک شاخ ختم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) موصوف دارالعلوم دیوبند مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو (سندھ) تبلیغ کالج کرنال، مدرسہ امدادیہ مرادآباد دارالعلوم مئو ضلع اعظم گڑھ اور اورینٹل کالج لاہور میں بحیثیت مدرس علمی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اوقاف بورڈ کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔

Marfat.com

دو بھائیوں پر ختم ہو گئی۔

مولانا پیر عبدالعزیز صاحب قاسمیؒ کے صاحبزادے

اب میں مولانا پیر عبدالعزیز صاحبؒ قاسمی کے لائق فرزندوں کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

۱۔ مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی رحمہ اللہ۔

۲۔ مولانا الحاج پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی رحمہ اللہ مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحب رحمہ اللہ کا جو تذکرہ حکیم محمد موسیٰ صاحب سلمہ اللہ نے ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی مجریہ ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع کرایا تھا۔ اس کو مناسب ترمیم و اضافہ کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ کے اور آپ کے تلامذہ کے تذکرہ کے بعد آپ کے برادر خورد مولانا پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ وبیدہ التوفیق۔

حضرت مولانا پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمیؒ

ابتدائی حالات :۔

حضرت مفتی غلام مصطفےٰ قاسمیؒ نے ابتدائی رسائل اپنے بزرگ ماموں مولانا پیر احمد اللہ صاحبؒ قاسمی (متوفی ۱۳۰۴ھ) سے پڑھے جو حضرت علامہ سید میر سعید صاحب اندرابی کاشمیریؒ (متوفی ۱۲۸۲ھ) کے شاگرد تھے اور علامہ اندرابی حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ (متوفی ۱۲۶۲ھ) کے فاضل تلامذہ میں سے تھے۔

ابتدائی رسائل پڑھنے کے بعد آپ نے باقی تمام منقولات و معقولات اور

Marfat.com

علوم و فنون کی کتابیں اپنے بزرگ چچا علامہ غلام رسول قاسمی سے پڑھیں ان کے سوا کسی اور استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ تکمیل تحصیل علوم کے بعد آپ نے اپنے بزرگ چچا کی سرپرستی میں درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور تحریر و تسوید کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنی علمی و عملی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے استاد کے جانشین قرار پائے اور آخر دم تک جانشینی کے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے۔

صورت و سیرت :۔

آپ میانہ قد، گھنی اور خوب صورت داڑھی رکھتے تھے، رنگ گورا تھا۔ آنکھیں اور ناک نہایت دلکش۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم (متوفی ۱۳۸۱ھ ۔ ۱۹۶۱ء) فرمایا کرتے تھے :۔

"میں جن دنوں حضرت مفتی غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے سبق پڑھا کرتا تھا، تو میں کتب سے زیادہ مفتی صاحب کی آنکھوں کا زیادہ مطالعہ کیا کرتا تھا، ان میں غضب کی نورانیت اور کشش تھی۔"

بڑھاپے میں بھی آپ بے حد خوبصورت تھے۔ اس حسن صورت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن سیرت سے بھی نوازا تھا۔ اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ محبت اور مہربانی کا معاملہ فرماتے۔ مسجد سے مکان اور مکان سے مسجد تک آنے جانے میں غض بصر کے حکم کی پابندی کرتے۔ آپ کو دائیں بائیں تاکنے جھانکنے کی عادت نہیں تھی۔

آپ کی محبوبیت :۔

آپ کے ان نیک خصائل کے باعث امرت سر کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اہل محلہ کا یہ اعتقاد تھا کہ "ہمارے بچے بیمار رہتے ہیں تو آپ کی

Marfat.com

دُعا اور دم کی برکت سے تندرست ہو جاتے ہیں۔

لوگ آپ کو صرف عالم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک درویش صفت بزرگ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ راقم الحروف نے آپ کے اہلِ محلّہ سے جب بھی آپ کا ذکر کیا تو اُن کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور تقریباً سب نے یہی کہا کہ وہ ولی اللہ تھے۔

قناعت اور استغناء:۔

آپ امرتسر کے ایک کم رونق محلے (بازار کمہاراں) میں شہر کے مرکزی حصّے سے دور ہمیشہ گوشہ نشین رہے۔ مولانا پیر سلام الدین صاحب قاسمی (متوفی ۱۹۴۸ء) کے تقرر سے پہلے جامع مسجد خان بہادر میاں محمد جان مرحوم واقع بال بازار متصل کوتوالی امرتسر کی خطابت کے لیے آپ سے درخواست کی گئی تو آپ نے انکار کر دیا۔ حضرت مولانا مولوی الحاج نور احمد رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد شیخ بڈھا و خطیب عیدگاہ امرتسر و بانی مدرسہ نعمانیہ امرتسر (متوفی ۱۳۴۸ھ) کے انتقال کے بعد خان بہادر خواجہ غلام صادق مرحوم رئیس اعظم (متولی عیدگاہ) اور خواجہ غلام محی الدین صاحب ایڈووکیٹ مرحوم[1] اور جناب مولوی سراج الدین احمد پال ایڈووکیٹ حال مقیم

[1] خواجہ صاحب مرحوم امرتسر کے بہترین وکیل تھے خصوصاً دیوانی مقدمات میں کامیاب ترین وکیل مانے جاتے تھے۔ آپ فقہ کی مشہور و معروف کتاب "ھدایہ" سبقاً سبقاً پڑھنے کے لیے اپنے مکان واقع کڑہ گھنیاں سے اپنی گاڑی پر سوار ہو کر محلہ کمہاراں میں حضرت مفتی غلام مصطفےٰ قاسمی مرحوم کی خدمت میں پہنچا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح، طلاق، وصیت، توریث وغیرہ کے مقدمات میں آپ مرجع عام تھے۔ آپ ایم۔ ایل۔ اے اور تاریخ امرتسر، کمیٹی کے چیئرمین اور انجمن نصرۃ الحق حنفیہ کے جنرل سیکرٹری تھے تقسیم ہند کے بعد جہلم میں مقیم ہو گئے تھے، وہیں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

لاہور ایک وفد کی شکل میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ عیدگاہ کی خطابت کے فرائض اپنے ذمہ لیں تو آپ نے عذر کر دیا اور فرمایا کہ آپ مولوی محمد حسن صاحب کو منصب خطابت کے لیے منتخب کریں چنانچہ مولانا موصوفؒ (متوفی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) کا تقرر عمل میں آیا۔

غرض استغنا، قناعت، گوشہ نشینی اور سادگی آپ کی سیرت کے نمایاں جوہر ہیں۔ غربا کے ساتھ بہت مانوس تھے۔ طمطراق اور ٹھاٹھ سے سخت متنفر تھے۔ آپ کے صاحب زادہ مولانا بہاء الحق قاسمی مدظلہ العالی ایک اچھا سکونتی مکان بنوانے لگے تو انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی صاحبؒ سے درخواست کی کہ آپ اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھیں تو فرمایا:-

"بنیاد وہ رکھیں جس نے ابھی کچھ مدت اور اس دنیا میں رہنا ہو۔ میں تو چراغ سحری ہوں"

اس کے بعد فرمایا کہ "مولوی محمد حسن صاحب کو اس کام کے لیے بلوالو"

چنانچہ یہی ہوا کہ مکان کی بنیاد تو حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے رکھوائی گئی اور خود چند ہی دنوں کے بعد واصل بحق ہو گئے۔

درس و تدریس:

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ پڑھنے پڑھانے میں بسر ہوا۔ تحصیل و تکمیل کے بعد انفرادی اور شخصی طور پر طلبا کو لوجہ اللہ (بغیر کسی معاوضے) کے پڑھاتے رہے۔ مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ کا اہتمام بھی سالہا سال تک بلا معاوضہ فرمایا۔ پوری جوانی اور بڑھاپے کا غالب حصہ اسی مخلصانہ حسنِ عمل میں گذارا۔ لیکن جب عیال زیادہ وسیع ہو گیا اور ضروریاتِ زندگی بڑھ گئیں تو مولانا پیر سلام الدین صاحبؒ قاسمی

Marfat.com

سابق خطیب جامع مسجد میاں محمد جان مرحوم و مہتمم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ (عم زاد حضرت مفتی صاحبؒ) اور خواجہ غلام محی الدین ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری انجمن نصرۃ الحق اور دیگر ممبران انجمن کے اصرار پر آپ نے اہتمام سے مستعفی ہو کر صدر مدرس مدرسہ مذکور کی حیثیت سے کام کرنا اور مشاہرہ لینا بھی منظور فرما لیا۔ کافی عرصے تک تو آپ مدرسہ واقع مسجد میاں محمد جان مرحوم ہال بازار میں تشریف لے جا کر طلبأ کو پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد آپ کی عمر کے تقاضے کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کے مدرسہ میں آنے کی بجائے طلبأ کو کہہ دیا گیا کہ وہ خود حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس جا کر پڑھ آیا کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ طبی کتابیں بھی پڑھاتے تھے طبؒ کی مشہور درسی کتاب "نفیسی" پڑھانے میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ کی بصارت کمزور ہو گئی تو صدر مدرسی سے بھی مستعفی ہو گئے۔ آنکھ کا آپریشن کرانے کے بعد بھی مطالعہ کا شغل جاری رہا اور جب نقاہت بڑھ گئی تو آپ نے سوائے ذکر اللہ کے سب مشاغل ترک فرما دیئے تھے۔

فتویٰ نویسی:

درس و تدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی آپ کا ایک مستقل شغل تھا۔ اس سلسلے میں آپ مرجع انام تھے۔ ملک کے تقریباً ہر حصے سے آپ کی خدمت میں استفتا آتے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے۔ اگر آپ کے فتاویٰ کو جمع کیا جاتا تو ایک ضخیم دفتر تیار ہوتا۔ فتاویٰ کا کچھ حصہ آپ کے صاحبزادہ مولانا بہاالحق قاسمی کے پاس امرتسر میں موجود تھا۔ جس کو "فتاویٰ قاسمیہ" کے نام سے وہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں جہاں ان کا وسیع کتب خانہ برباد ہوا وہاں فتاویٰ کو بھی تلف ہو گئے۔

تصنیفات:۔ درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی کے علاوہ آپ تالیف و تصنیف

Marfat.com

کے ذریعے بھی خدمت دین فرماتے رہتے ۔ چنانچہ آپ نے بہت سے رسائل تصنیف فرمائے جو سب کے سب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سے جن چند رسائل کے نام راقم الحروف کو معلوم ہو سکے وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ "الرسالۃ الجلیلہ فی اثبات الوسیلہ" یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس کا اُردو ترجمہ مولانا نور بخش صاحب توکلی مرحوم ایم اے سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے کیا تھا (توسل بالانبیاء والاولیاء کے اثبات میں)

۲۔ "تکمیل الابصار بمولد سید الابرار" (اُردو)

۳۔ "زبدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ" (اُردو) ان تینوں رسائل کا موضوع ان کے ناموں سے ظاہر ہے۔

۴۔ "سرور المحزون" اس اُردو رسالہ میں اُن اعتراضات کے جوابات دیے گئے تھے جو بنارس کے ایک مولوی صاحب نے فقہ حنفی اور سیدنا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر کیے تھے

۵۔ "تحفۂ آسمانی" مسئلہ تقدیر کے موضوع پر تھا۔

۶۔ "مجمع البحرین" اس عربی رسالہ کے دو موضوع تھے۔ پہلے حصہ میں عدمِ نفاذِ عالم کو عقلی دلائل سے ثابت فرمایا تھا اور دوسرے حصہ میں علم غیب سرورِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کرتے ہوئے بتایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے زیادہ مغیبات کا علم فرمایا ہے لیکن اس کے باوجود لفظ "عالم الغیب" اطلاق اور علم محیط اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ رسالہ آپ نے سید سبحان اللہ خاں مرحوم رئیسِ اعظم گورکھپور (انڈیا) کے مقام پر تحریر فرمایا تھا جب کہ آپ رئیس موصوف کی دعوت[1] پر ان کے ہاں چند دنوں کے لیے بطور مہمان

---

[1] سید سبحان اللہ خاں رئیس مرحوم نے حضرت مفتی صاحبؒ کو (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

Marfat.com

رونق افروز تھے۔ رئیس موصوف فاضل اجل مولانا عطاء اللہ کاشمیری مرحوم (متوفی ۱۳۳۱ھ) تلمیذ حضرت علامہ غلام رسول قاسمی کے شاگرد تھے۔ اس تعلق [illegible] موصوف کبھی کبھی حضرت مفتی صاحبؒ کو گورکھپور آنے کی دعوت دیا کرتے تھے اور حضرت بھی ایک دو مرتبہ مفتی صاحبؒ کے ہاں امرت سر تشریف لائے تھے۔

۷۔ "احسن التقریر فی مسئلۃ التکفیر" یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ضروریاتِ دین کا انکار اور قطعیات میں تاویل کفر ہے اور اس کے ساتھ لزومِ کفر اور التزامِ کفر کا فرق واضح کرتے ہوئے ثابت فرمایا تھا کہ دیوبندی، بریلوی اور اہلِ حدیث کی بعض تعبیرات کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان میں سے کسی گروہ کی تکفیر جائز نہیں۔ البتہ جن فرقوں نے ضروریاتِ دین کا انکار و استخفاف کیا ہے وہ تاویل و تلبیس کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود بھی حکمِ تکفیر یعنی خروج عن الاسلام سے نہیں بچ سکتے مثلاً مدعیانِ نبوت اور ان کے پیرو۔

۸۔ "مسئلہ طلقات ثلاثہ [illegible]" اس رسالے کا موضوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا تھا [illegible] شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی کی [illegible] امام [illegible] رحمۃ اللہ علیہ بلکہ جمہور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا [illegible]

الفقیہ [illegible] آگے [illegible] صاحبزادہ کی شادی کی تقریب پر [illegible] جس [illegible] علماء اور مشائخ [illegible] حضرت مولانا عبد الماجد بدایونی (متوفی ۱۳۵۰ھ) [illegible] عبد الحمید [illegible] وغیرہ تھا۔ [illegible] حضرت [illegible] مولانا [illegible] (متوفی ۱۳۴۲ھ) [illegible] فرمائی تھی۔ چنانچہ ان بزرگوں نے [illegible] صاحب کی [illegible] اور اپنی [illegible] پیش کی۔

Marfat.com

ایک دفعہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اور یہی مذہب حق ہے۔
وماذا بعد الحق إلاّ الضلال۔

۹۔ "پوتے کی وراثت" (اُردو) اس رسالے کے دو نمبر الگ الگ شائع ہوئے تھے، جن میں پوتے کی وراثت کے متعلق اُمّت کے متفق علیہ موقف کے حق میں دلائل دیے گئے تھے اور ملحدین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا تھا۔

۱۰۔ "ترجمۃ الالہام الصحیح" یعنی حضرت مولٰنا مفتی غلام رسول صاحب قاسمی کی مایۂ ناز تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح" کا اُردو ترجمہ جو اصل کتاب کے ساتھ ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا تھا۔

۱۱۔ "جرح و تعدیل" اس اُردو رسالے میں بتایا گیا تھا کہ "بعض الناس" نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر جو جرح کی ہے وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

۱۲۔ "معجزہ و نیچر" اس رسالہ میں سرسید احمد خاں کے خیالات متعلقہ معجزات پر آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں تنقید کی گئی تھی۔

ان تصنیفات کے علاوہ آپ کے مضامین بعض مذہبی جرائد میں بھی شائع ہوتے تھے۔ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں آپ کے مضامین اور فتاوی بھی شائع ہوتے رہے ہیں جو راقم الحروف کی نظر سے گذر چکے ہیں۔

رسالہ "انوار محمدی ﷺ" کی ادارت:

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخری چند سالوں میں (رسالے کے اجراء کا صحیح علم نہیں ہو سکا) "مجلسِ انوار محمدیہ" امرت سر کے زیرِ اہتمام "انوار محمدی ﷺ" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری تھا جس کی ترتیب و ادارت کا کام حضرت مفتی صاحب رح کے سپرد تھا۔ آپ رح اس ماہنامہ میں عیسائی مشنریوں، آریہ سماجی پرچارکوں اور مرزا

Marfat.com

غلام احمد قادیانی اور نیچریوں کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

مسلک و مشرب

آپ مذہباً حنفی و مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو ضروری سمجھتے تھے۔ دیوبندی، بریلوی مخاصمت سے بہت حتی الوسع اجتناب فرماتے۔ دونوں میں سے کسی کی تکفیر کو جائز نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اگر کوئی جماعت دوسری جماعت کی تکفیر کرتی تو بلا خوف لومۃ لائم کھلے الفاظ میں اس سے برأت کا اظہار فرماتے۔ اہلحدیث حضرات سے اختلاف تھا، لیکن ان کی تکفیر بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ مشہور اہلحدیث عالم مولانا ثناء اللہ مرحوم امرت سری کے بارے میں خود اہلحدیث علماء نے تکفیر کا فتوی دیا اور ان میں سے بعض حضرات مفتی صاحب کی خدمت میں اس فتوے پر دستخط کرانے کے لیے آئے تو آپ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ ہاں اگر اسلام کے قطعی عقائد کے خلاف کسی کو شہ سے کوئی آواز بلند ہوتی تو آپ بے تاب ہو جاتے۔ خود بھی فتنہ کے انسداد کی کوشش فرماتے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث علماء سے اشتراکِ عمل کرتے۔ ہر طبقہ کے علماء و مشائخ سے بہرے مراسم رکھتے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کاشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی اور حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی رحمہم اللہ جب کبھی امرت سر تشریف لاتے تو آپ خود بھی ان سے ملتے اور وہ حضرات بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتے۔ پنجاب کے بعض مشہور مشائخ سے بھی ملاقات تھی۔ غرض مسلک متعین ہونے کے باوجود طبع مبارک میں فراخ دلی اور رواداری کا جوہر بدرجہ اتم موجود تھا۔

بیعت:۔ آپ کی بیعت حضرت خواجہ دین محمد صاحب ... حضرت ... صاحب مجددی ...

Marfat.com

چورہ شریف ضلع کیمبل پور (متوفی ۱۳۱۶ھ) فرزندِ ارجمند و خلیفہ ارشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب عرف حضرت بابا جی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۱۶ھ) سے تھی چاروں سلسلوں کی اجازت اور سندِ خلافت آپ کو مرشد کامل کی طرف سے حاصل تھی۔

رحلت

آپ کا سن پیدائش تو معلوم نہیں تخمیناً آپ کی عمر اسی برس کے لگ بھگ ہوگی جب آپ کو مرض یرقان کا عارضہ لاحق ہوا خان بہادر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ مرحوم آپ کا علاج کرتے رہے مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر چند روز بیمار رہ کر بتاریخ یکم محرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے اور جمعرات کے دن مسجد جامع حنفیہ محلہ کمہاراں کے احاطہ میں دفن کیے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ "اس مسجد کو اب گوردوارہ بنا دیا گیا ہے مگر حضرت مفتی صاحب کی قبر ابھی تک محفوظ ہے اور سکھ آپ کی قبر پر گوا بھی چڑھاتے ہیں۔"

مفتی صاحبؒ کے انتقال کی خبر اخبارات نے اہتمام سے شائع کی۔ امرتسر میونسپلٹی کے تمام دفاتر مسلم سکولوں اور ایم اے او کالج میں تعطیل کر دی گئی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جنازہ میں شرکت کر سکیں۔ امرتسر کے تمام مسلم سجادہ نشین گدی نشین اور رؤسا کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی جنازہ میں شرکت کی تقریباً [illegible] آدمی جنازہ میں شریک تھے [illegible] اور کشمیر کے بعض شعرائے مرثیے لکھے [illegible] عربی زبان کے [illegible] شیخ حضرت مولانا محمد عالم آسی (متوفی ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) کا عربی مرثیہ اخبار "مساوات" امرتسر میں شائع ہوا تھا۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲ صفر ۱۳۵۲ھ) حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے چند روز بعد تعزیت کے لیے دیوبند سے امرتسر تشریف لائے اور اپنے

Marfat.com

درس ... مبارک ... سے مجمع عام میں آپ کے خلف الرشید مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کی دستار بندی فرمائی اور حضرت شاہ صاحب کا یہ سفر غالباً آخری سفر تھا۔

راقم آثم (حکیم محمد موسیٰ) کو مضمون لکھتے وقت ذیل کے تاریخی مادے سوجھے ہیں:

"مادۂ اشتغال" — "از دو سر شد مشغلۂ مدارس" — "والا قدر شہد سطور"

۱۳۵۲ھ — ۱۳۵۲ھ — ۱۳۵۲ھ

حضرت مفتی غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی کے تلامذہ

حضرت مفتی صاحب اردو، پنجابی اور کشمیری تینوں زبانوں میں ایسی روانی، شستگی اور بے تکلفی کے ساتھ درس دیتے تھے اس لیے آپ کے حلقۂ درس میں پنجابی، ہندوستانی، کشمیری، بنگالی، مدراسی اور پٹھان طلبا شریک ہوتے تھے۔ خاص کر کشمیری طلباء کے لیے آپ کی درس کا نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اس لیے کہ ہندوستان بھر کے کسی بھی علاقہ میں کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جس میں کشمیری طلباء کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جاتی ہو۔ صرف امرتسر میں حضرت مفتی صاحب کی ذاتِ بابرکات ایسی تھی جن سے کشمیری طلباء کو [illegible] استفادہ میں شرحِ صدر اور اطمینان نصیب ہوتا تھا ——— راقم الحروف [illegible] کے تلامذہ [illegible] نہ تو نام معلوم ہیں اور نہ ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ جو نام معلوم ہو سکے [illegible] چند حضرات کا مختصر تذکرہ بغیر کسی ترتیب [illegible] تحقیق کے درج ذیل ہے۔

مولانا مفتی عبدالکبیر صاحب کشمیری مدظلہ

آپ حضرت مفتی صاحب کے درس میں کئی سال شریک رہے۔ مدرسہ [illegible] کے مدرس اور مفتی مقرر ہوئے چنانچہ ۱۹۷۰ء [illegible] امرتسر [illegible] میں اپنے

Marfat.com

فرائض کو سرانجام دیتے رہے۔ صدارت کے دوران میں آپ کشمیر چلے گئے۔ کشمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ نے آپ کو جامع مدینۃ العلوم حضرت بل سری نگر کا پرنسپل مقرر کر دیا اور اب تک اس عہدہ پر فائز ہیں۔ منداول اور درسی کتابوں پر آپ کو بہت عبور ہے۔ مطالعہ کتب سے بڑا شغف ہے۔ آپ نے بھی حدیث کا دورہ حضرت شاہ صاحب موصوف سے پڑھا۔ آپ کی پیدائش ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں ہوئی تھی۔ آپ چند کتابوں کے مصنف بھی ہیں جو اردو میں لکھی گئی ہیں۔ درس و تدریس آپ کا عمومی شغل ہے۔ طلباء کو بہت محنت اور شفقت سے پڑھاتے۔ (دام مجدہٗ)

مولٰنا مفتی سیّد عنایت اللہ شاہ مرحوم

آپ علاقہ کریر (کشمیر) کے مشہور مفتی تھے اور حضرت مولٰنا قاسمی کے بہت پرانے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات پر ایک بلیغ مرثیہ فارسی زبان میں لکھا تھا جو نہیں مل سکا۔ آپ کے صاحب زادہ سید ضیاء الدین صاحب کریری مقیم راولپنڈی نے آپ کے حالات پر مشتمل ایک طویل مکتوب محمد بہاء الحق کے نام لکھا تھا جس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے:۔

"مولٰنا مفتی سید عنایت اللہ شاہ صاحبؒ بخاری مفتی کشمیر مولانا سید عزیز اللہ صاحبؒ کریری کے فرزند تھے۔ قصبۂ "کریر" کشمیر کا مشہور قصبہ ہے جس کی بنیاد حضرت سید محمد مراد صاحبؒ بخاری نے ۶۰۰ھ میں رکھی تھی۔ اس خاندان میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ گزرے ہیں۔ مثلاً مولٰنا میر حسین صاحبؒ بت شکن، مولٰنا سید ثناء اللہ صاحبؒ کریری، مولٰنا سید احمدؒ، مولٰنا سید یوسف شاہؒ، میر حمزہ کریریؒ، میر یوسف کریریؒ۔ یہ خاندان ۶۰۰ھ سے کشمیر میں خدمتِ اسلام انجام دیتا رہا ہے۔ مولٰنا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مرحوم اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

Marfat.com

بچپن سے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا، اس لیے ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام ان کے ماموں صاحبان میر نندرت شاہ اندرابی، سید قطب الدین[1] اندرابی اور بلند پایہ بزرگ شیخ سلسلہ کبرویہ سید علی اندرابی کرالہ پوری نے فرمایا۔

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب موصوف نے کشمیر میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد امرت سر تشریف لے گئے۔ وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے پھر ہندوستان کی مشہور ریاست بھوپال گئے جہاں مولانا میر حسین بت شکن کے "مدرسہ خاریہ" میں داخل ہوئے۔ مولانا میر حسین بت شکن موصوف مولانا سید عنایت اللہ شاہ مرحوم کے عم محترم تھے۔ مولانا بت شکن کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے "خلعت الہنود" بہت مشہور ہے، جو راجہ اندرمن کی دل آزار کتاب "تحفۃ الاسلام" کے جواب[2] میں لکھی گئی تھی۔ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب موصوف نے ۱۹۳۱ء کی تحریک حریت کشمیر میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب رہنمائے کشمیر ان کی بے حد عزت کرتے اور کہا کرتے تھے کہ میرے دل میں مولانا عنایت اللہ

---

[1] سید قطب الدین صاحب اندرابی مرحوم کے صاحب زادہ سید ضیاء الدین صاحب اندرابی مرحوم آزاد گورنمنٹ کشمیر کے وزیر صحت و بحالیات تھے۔ جو بتاریخ ۸ شوال ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۱ء انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ کو عید گاہ راولپنڈی کے قبرستان میں دفنایا گیا۔

[2] یہ کتاب ۱۲۸۰ھ میں مطبع صدیقی بریلی میں چھپی تھی۔ (ملاحظہ ہو مقالہ بعنوان مطبع صدیقی بریلی کی تاریخی مطبوعات" جو پاکستان ہسٹری کانفرنس کراچی میں پڑھا گیا)

Marfat.com

شاہ کا احترام میرے والد کی طرح ہے۔ مولانا نے مسلم کانفرنس کے اندر مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا تانا بانا بچھا کر رکھ دیا اور آخر مرزائیوں کو کانفرنس سے خارج کرا کر دم لیا۔ آپ جیل سے رہا ہو کر امرت سر آئے اور احرار رہنماؤں کو کشمیر کے حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ (محمد بہاء الحق قاسمی) اور مولانا محمد داؤد[1] غزنوی نے ان کی بھرپور مدد کی۔ آپ دونوں حضرات [illegible] کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں خاص طور پر بلایا گیا تھا۔ سید صاحب موصوف نے کچھ رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے۔ جن میں سے "شان سادات" "تعمیر مساجد اعتقاد صحیح" اور "مستحقین خیرات" کے نام یاد ہیں۔ آپ کی وفات [illegible] ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۲ مئی [illegible] کشمیر میں ہوئی۔

میں نے والد مرحوم سے [illegible] پہلے بھی [illegible] والد (مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب) کا ذکر خیر سنا کرتا تھا کہ وہ بڑے بلند پایہ عالم اور روحانی پیشوا تھے بلکہ والد مرحوم اُن کے یوم وفات پر ہر سال تلاوت کلام اللہ کی مجلس منعقد کیا کرتے اور اس کا ثواب مولانا کی روح کو پہنچاتے اور فرماتے کہ میرے استاد محترم (مولانا قاسمی) میرے ساتھ تمام شاگردوں سے زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ ان واقعات کی بنا پر میں آپ کے اسم گرامی سے بہت پہلے سے واقف ہوں اگرچہ اب تک آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ میں لاہور آؤں گا تو آپ سے ضرور ملاقات کروں گا۔" (مفتی سید ضیاء الحق بخاری از کوہ مری ۲۶ اگست ۱۹۶۱ء)

---

[1] مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی ۱۹۶۳ء میں انتقال فرما گئے۔ عفر اللہ لہٗ۔

Marfat.com

مولانا ولی اللہ شاہ

آپ علاقہ بارہ مولہ (کشمیر) کے مقتدر اور باوقعت علما میں سے ہیں۔ مدرس بھی ہیں اور مبلغ بھی۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا حکیم غلام قادر شاہ مرحوم

آپ علاقہ ترال کشمیر کے باشندہ اور حضرت مفتی صاحب کے پرانے شاگردوں میں سے تھے۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد امرتسر کے مشہور فاضل طبیب حکیم فرید احمد مرحوم و مغفور سے طب پڑھی اور کشمیر جا کر مطب کیا اور وہیں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ۔

مولانا حکیم سید نورالدین گیلانی مرحوم

[illegible] خاندان [illegible] چشم و چراغ تھے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحب سے علوم دینی حاصل کیے۔ حکیم فرید احمد صاحب فاضل طبیب امرتسری مرحوم سے طب کی کتابیں پڑھیں اور طبیہ کالج دہلی میں داخل ہو کر سند حاصل کی۔ پھر اپنے وطن جا کر [illegible] محمد علی بلڈنگ میں مطب جاری کیا اور ساتھ ہی دینی خدمات [illegible] دیتے رہے۔ ایک دفعہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں نے ریاست [illegible] میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی منظم کوشش کی تو آپ ہی [illegible] اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء میں ایک صاحبزادہ سید [illegible] الدین نامی تولد ہوا تھا۔ اس کے بعد حالات معلوم نہیں۔ نہ آپ کا سن وفات معلوم ہے۔ آپ حضرت مفتی صاحب کے نہایت مخلص اور وفادار شاگردوں میں سے تھے۔

مولوی حکیم سید زین العابدین شاہ مرحوم

آپ کی پیدائش مقام تریکرہ ضلع چکمگلور ریاست میسور (جنوبی ہند)

Marfat.com

۱۳۱۲ھ ، ۱۸۹۵ء میں ہوئی تھی۔ آپ ایک خوشحال اور معزز خاندان سے تھے۔ اُردو و فارسی کی تعلیم اپنے گھر میں رہ کر اور انگریزی کی تعلیم لکھنؤ اور لاہور میں حاصل کی۔ مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی پڑھنے گئے۔ یہ داخل ہوئے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں امرت سر تشریف لائے تو اپنے ہم وطن مولوی سید نورالدین شاہ گیلانی مرحوم کی رفاقت میں حضرت مفتی صاحب سے تفسیر خازن اور تفسیر بیضاوی شریف اور معارف قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی جاکر طبیہ کالج میں داخل ہوئے۔ وہاں ۱۹۲۰ء میں سیاسی تحریکوں میں شریک ہو کر کام کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور مقامات کا سفر اختیار کر کے معلومات حاصل کیں۔ آخر میں وطن پہنچ کر مطب اور دینی سکول قائم کیا۔ مطب مرجع انام تھا۔ دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مولانا شبلی صاحب نعمانی آپ سے انگریزی زبان کی تاریخی کتابوں کے تراجم کا کام لیتے رہے ہیں۔ یہ تمام واقعات مولوی سید زین العابدین شاہ صاحب موصوف مرحوم کی اپنی لکھی ہوئی سرگزشت حیات سے لیے گئے ہیں جو بنگلور میں طبع ہوئی تھی۔

آپ اپنے صاحب زادوں کے پاس کراچی میں مقیم تھے کہ وہاں بتاریخ ۳ر جولائی ۱۹۵۵ء آپ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولانا عبداللہ میر صاحب

آپ سوپور (کشمیر) کے مشہور عالم ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے سنجیدہ مزاج اور خاموش طبع شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے وطن میں خدمت دین کر رہے ہیں (سلمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ

آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ امرت میں مدرسہ

Marfat.com

نعمانیہ کے صدر مدرس اور لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے بانی اور مہتمم تھے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے اور مولانا محمد حسین صاحب مرحوم شیخ الحدیث مدرسہ سلفیہ غزنویہ امرت سر (داماد مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی رح مرحوم) نے مل کر حضرت مفتی صاحب رح سے متعدد کتابیں پڑھیں۔ جن میں سے مجھے صرف سراجی کا نام معلوم ہے۔ آپ سے ہزاروں انسانوں نے علمی اور روحانی فیض پایا ہے۔ آپ کی ساری عمر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں گذری۔ آپ کی مستقل سوانح عمری لاہور میں چھپ چکی ہے جس کا نام "تذکرہ حسن" ہے۔ آپ کا انتقال شوال ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء کو کراچی میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ (رحمہ اللہ)

مجاہد ملت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب رح بخاری

آپ کی ذات بھی محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ عظیم آباد پٹنہ سے تجوید و حفظ قرآن اور کتب فارسی کی تعلیم سے فراغت پا کر امرت سر آئے تو آپ کے والد ماجد مرحوم کے چچا سید پیر شاہ مرحوم نے آپ کو تعلیم و تربیت کے لیے حضرت مفتی صاحب رح کے سپرد کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے ڈھائی تین سال تک ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۴ء تک شاہ جی کو اپنے پاس رکھ کر نہایت شفقت سے صرف و نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھائیں۔ حضرت مفتی صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ "میری تمنا ہے کہ شاہ جی کچھ بن جائیں" شاہ جی رح خود اس فقرے کو اپنی گفتگوؤں میں بڑی مسرت سے بیان کیا کرتے تھے۔

جب کوچہ جیل خانہ ہال بازار امرت سر کے لوگوں نے اصرار کر کے حضرت شاہ جی رح کو اپنا خطیب مقرر کر لیا اور ہال بازار سے محلہ کہاراں میں سبق کے لیے آنا بوجہ طول مسافت دشوار محسوس ہوا تو حضرت مفتی صاحب کی اجازت سے شاہ جی

Marfat.com

نے حضرت مولانا انور احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے پڑھنا شروع کر دیا۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۳۹۰ھ ۱۹۶۱ء میں ملتان میں ہوئی۔ آپ کے جنازے میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان شریک ہوئے۔ آپ کے حالات زندگی اخبارات میں بکثرت شائع ہو چکے ہیں۔ کتابی شکل میں بھی آپ کے سوانح حیات لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولوی احمد شاہ صاحبؒ چوڑی

آپ ... شریف ضلع کیمبل پور کے مشہور نقشبندی خاندان کے چشم و چراغ ... حضرت مفتی ... صاحبؒ سے کافی مدت تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ دیوبند میں داخل ہوئے۔ آپ میں گروہی تعصب بالکل نہ تھا۔ تمام علمائے دیوبند کا ... اور ... محمد انور شاہ صاحبؒ کا خصوصاً احترام فرماتے تھے۔ اپنے استاد حضرت مفتی ... صاحب سے بہت عقیدت کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ بڑے فرزند ... صاحبزادہ خادم حسین صاحب ہیں۔ وہ اپنے والد ماجد کے جانشین ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام صاحبزادہ ارشاد حسین صاحب ہے۔

مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی مرحوم و مغفور

حضرت مفتی عبدالرحمٰن مرحوم و مغفور نہ صرف بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت مفتی ... صاحبؒ سے اصول و فنون کی کتابیں پڑھی تھیں ... مطابق ۱۹۴۰ء میں اپنے وطن ہزارہ میں جا کر فوت ہوئے۔

(منقول از فیض الاسلام ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء) آپ مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں مدرس تھے۔)

Marfat.com

مولٰنا عبدالرحیم امرت سری مرحوم

مولٰنا مرحوم نے بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے کافی مدت تک تعلیم حاصل کی ہے اور کچھ مدت تک مدرسہ غوثیہ تکیہ سادھواں لاہور میں حضرت پیر عبدالغفار شاہ کاشمیرؒ کی نگرانی میں بھی کتابیں پڑھیں۔ پھر آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات مولوی فاضل منشی فاضل وغیرہ میں اعلیٰ نمبروں پر کامیابی حاصل کی اور آخر خالصہ کالج امرت سر میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ آپ نہایت ذہین و فصیح تھے۔ ایک مرتبہ ایک اختلافی مسئلہ پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری سے کامیاب مناظرہ بھی کیا تھا۔ فارسی اور عربی ادب میں خاص قابلیت رکھتے تھے۔ مولٰنا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے امرت سر میں فارسی ادب کی مشہور کتاب "الوالفضل" آپ ہی سے پڑھی تھی۔ آپ عین عالم شباب یعنی تیس برس کی عمر پاکر ۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء میں انتقال فرما گئے تھے۔ آپ کی یادگار دو صاحبزادے ہیں۔ ایک مولوی محمد سعید صاحب سینئر مدرس ہائی کلاسز چشتیہ ہائی سکول و پرنسپل جامعہ اسلامیہ ریلوے روڈ لاہور، اور دوسرے محمد مسعود صاحب۔

مولٰنا عبدالرحیم صاحب مرحوم و مغفور مولوی غلام محمد صاحب ترنم مرحوم امرت سری کے بہنوئی تھے۔

مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم مورخ کشمیر

آپ سرینگر کشمیر کے مشہور لوگوں میں سے تھے اور حضرت مولٰنا یوسف شاہ صاحب میرواعظ کشمیر (متوفی ۱۳۲۰ھ) کے داماد اور مولٰنا محمد یوسف شاہ صاحب میرواعظ (حال مقیم راولپنڈی پاکستان) کے بہنوئی تھے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ کی وفات بتاریخ ۶ صفر ۱۳۶۵ھ ہوئی۔ امرت سر کے مدرسہ عربیہ میں جسے حضرت مولٰنا مفتی غلام رسول صاحبؒ قاضی صاحب نے قائم فرمایا تھا حضرت مفتی غلام مصطفے

Marfat.com

صاحب[۲] سے ۱۹۰۱ء میں صرف ونحو اور منطق وطب کی کتابیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد کشمیر جاکر وہاں کے علمائے سے باقی کتابیں پڑھیں۔ ڈاکٹر جی ایم ڈی صوفی نے اپنی مشہور انگریزی تصنیف "کشمیر" (مطبوعہ ۴۹-۱۹۴۸ء شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی جلد اوّل صفحہ ۳۴۵) میں مفتی سعادت مرحوم کا تذکرہ لکھا ہے جس کا اُردو ترجمہ پروفیسر عباسی صاحب (ماڈل ٹاؤن لاہور) نے کیا ہے جو درج ذیل ہے:-

"مفتی محمد شاہ سعادت ۱۸ محرم ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۱ء کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام مولانا محی الدین[۲] پاندانی تھا۔ ابتدائی تعلیم اُنھوں نے اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر مولانا رسول شاہ صاحب[ؒ] میرواعظ سے تحصیل علم کی۔ ۱۹۰۱ء میں وہ کشمیر سے امرتسر آگئے۔ جہاں اُنھوں نے مولانا غلام رسول صاحب[ؒ] قاسمی کے مدرسہ میں صرف ونحو منطق اور طب کے علوم حاصل کیے۔ یہاں سے پھر سرینگر واپس گئے اور مفتی عزیز الدین[ؒ]، خواجہ اسد اللہ، مولانا غلام مصطفےٰ امرتسری[۳]، مفتی شریف الدین، مولانا سعد الدین، مولانا محمد حسین جو وفائی سے تحصیل علوم کی۔ ۱۹۱۰ء میں اُنھوں نے نصرۃ الاسلام سرینگر کے مدرسۃ العلوم عربیہ میں مدرسی اختیار کرلی۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں محکمہ تعمیرات میں بہ ماتحتی پیرانند شاستری

---

[۱] آپ کے مختصر حالات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں۔

[۲] متوفی ۱۳۱۳ھ آپ کے والد ماجد کا نام ملا عبدالقدوس صاحب[ؒ] متوفی تھا (تاریخ کبیر کشمیر صد ۳۱۳)

[۳] مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم نے مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحب[ؒ] امرتسری سے کشمیر میں نہیں بلکہ امرتسر میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ ہوگیا ہے۔

Marfat.com

کام کیا اور اس دوران میں کشمیر کی تاریخی عمارات کے موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ ڈاکٹر ہیرانند نے ان کو ایک بار ڈاکٹر سر جیون جی جمشید جی مودی پی۔ ایچ۔ ڈی (بمبئی والے) کے ساتھ مامور کیا کہ وہ سرینگر اور اس کے مضافات کی تاریخی اور اہم عمارات کے متعلق معلومات بہم پہنچانے میں ان کی مدد کریں۔ ۱۹۲۰ء میں وہ سرینگر میونسپلٹی کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۲۴ء میں ان کو درباری بنا دیا گیا۔ مفتی سعادت کی تالیفات کی تعداد ۳۰ سے زائد ہو چکی ہے۔ بیشتر کتابیں کشمیر کے مختلف حالات سے متعلق ہیں۔ کچھ چھپ چکی ہیں اور کچھ زیر طبع ہیں۔

حضرت مفتی غلام مصطفیٰ صاحبؒ قاسمی کے شاگردوں میں حسب ذیل حضرات کے اسمائے گرامی بھی قابل ذکر ہیں :-

۱۔ مولانا مفتی پیر اصغر شاہ صاحب مرحوم مدرس اعلیٰ و مفتی کشمیر موضع ڈنگی و چھ تحصیل ہندواڑہ ضلع بارہ مولہ کشمیر۔

۲۔ مولانا اسد اللہ شاہ صاحب نازکی مفتی اعظم و رئیس اعظم علاقہ زینہ گیر موضع مقام شہید میر تحصیل سوپور ضلع بارہ مولہ کشمیر۔

۳۔ مولانا حکیم مقبول سبحانی صاحبؒ جو تحصیل کورگام ضلع اسلام آباد کشمیر کے پیرزادہ خاندان سے تھے اور جو نہایت متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اکثر رائے پور ضلع سہارن پور (انڈیا) میں رہا کرتے تھے آپ کا انتقال بھی غالباً رائے پور ہی میں ہوا۔ سن وفات معلوم نہیں حضرت مفتی صاحبؒ کی زیارت کے لیے رائے پور سے ایک دو سال کے بعد ضرور امرتسر آیا کرتے تھے (رحمۃ اللہ)

۴۔ مولانا حکیم یوسف شاہ صاحب متوطن موضع پکلن ضلع اسلام آباد کشمیر۔

Marfat.com

۵ - مولٰنا سیف الدین صاحب مرحوم مفتی ڈنگی وچھ کشمیر۔

۶ - مولٰنا غلام رسُول صاحبؒ کریم آبادی، مرحوم سابق مفتی علاقہ کریم آباد کشمیر

۷ - مولٰنا حافظ عبدالغنی صاحب مرحوم سابق خطیب شملہ (انڈیا) جو شملہ میں بہت باثر عالم تھے۔ مولٰنا مفتی غلام مصطفٰے صاحبؒ کے شاگرد ہونے کے علاوہ آپ کے چچازاد بھائی مولٰنا پیر سلام الدینؒ ہاشمی کے داماد بھی تھے۔ کراچی میں ۱۹۶۱ء میں فوت ہوکر وہیں مدفون ہوئے۔

۸ - جناب مفتی محمد ضیاء الدین صاحب ضیاء۔ آپ پونچھ کشمیر کے مفتی اور ناظم رہ چکے ہیں کشمیر کی سیاسی تحریکات میں بہت کام کیا ہے۔ فارسی زبان کے اُستاد ہیں۔ مولٰنا عطاء اللہ صاحب فاضل کشمیری (جن کا مولانا مفتی غلام رسُول صاحبؒ قاسمی کے تلامذہ کے سلسلے میں اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے) آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ مشہور صحافی چراغ حسن صاحب حسرت کاشمیری مرحوم آپ ہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے پُرانے شاگردوں میں سے ہیں۔ آج کل لاہور میں قیام فرما ہیں۔ (سلّمہ اللہ)

۹ - مولٰنا عبدالکریم صاحب مرحوم سابق امام مسجد سکندر خاں مرحوم امرتسر اصل میں موضع آچھ ضلع گجرات پنجاب کے باشندہ تھے۔ عمر کا اکثر حصّہ امرتسر میں گذرا۔ لیکن وفات موضع آچھ میں پائی۔ آپ حضرت مفتی صاحبؒ کے وفادار تلامذہ میں سے تھے۔ تاریخ وفات ۵ ستمبر ۱۹۴۳ء۔

۱۰ - مولٰنا غلام محی الدین صاحب مولوی فاضل سابق مدرس گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر حال مقیم راولپنڈی (سلّمہ اللہ)

۱۱ - مولٰنا پیر احمد اللہ صاحب مرحوم (بارہ مولہ کشمیر)

Marfat.com

۱۲۔ جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب پال امرتسری مولوی فاضل، منشی فاضل، ایم اے ایڈووکیٹ لاہور۔ آپ نے "تذکرۂ اسلاف" طبع اوّل دیکھنے کے بعد راقم الحروف (محمد بہاء الحق قاسمی) کے نام یکم مئی ۱۹۶۲ء کو ایک نوازش نامہ بھیجا جس میں تحریر فرمایا:۔

"اتفاقاً کل طبیعت کچھ ناساز تھی اس لئے کورٹ نہ جا سکا۔ گھر بیٹھے آپ کے رشحاتِ قلم مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے نہایت اچھا کام انجام دیا ہے۔ امرتسر کے جیّد اور چوٹی کے علماء و صلحا جس گمنامی کا شکار تھے وہ ظاہر ہے اس جرم کے مرتکب ہم ہی لوگ ہیں جو اُن سے فیض یافتہ ہو کر ناشکر گذار رہیں۔ آپ نے ایک حد تک ہم سب کی طرف سے ایک گناہ کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ وہ بزرگ ہستیاں ہمارے تذکروں اور یادگاروں سے مستغنی ہیں مگر ان کے سوانح حیات ان کے اخلاف کے لیے سرمۂ بصیرت ہیں۔ مفصل کسی وقت فرصت میں لکھوں گا۔ البتہ اس وقت ایک بات کا ذکر ضروری ہے۔ وہ یہ کہ مجھے بھی آپ کے والد صاحب مولنا مرحوم و مغفور سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور اس کا ذکر میرے لیے باعثِ فخر و مباہات ہوتا۔ آپ کی کتاب نے آج سے نصف صدی پیشتر کے حالات کی تصویر آنکھوں کے سامنے پیش کر دی ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب میں کوچہ پہلوانان سے کتابیں اٹھا کر مولنا مرحوم کی خدمت میں سبق پڑھنے کی خاطر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ؎

اے وقت تو خوش باد کہ وقت ما خوش کردی

نیاز مند

سراج الدین احمد پال

Marfat.com

محترم مولوی سراج الدین احمد صاحب پالّی امرت سر میں بھی ذی وجاہت حضرات میں سے تھے اور اب ماشاء اللہ لاہور میں بھی متین سنجیدہ اور اہل علم اور باوقار لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

۱۳۔ جناب حکیم حاجی محمد علی صاحب امرت سری شاگرد حکیم محمد اجمل خان صاحب مرحوم دہلوی۔ آپ نے بھی "تذکرۂ اسلاف" طبع اوّل کا مطالعہ کرنے کے بعد ۹ رجنوری ۱۹۶۴ء کو راقم الحروف کے نام خط لکھا جس میں فرمایا کہ:۔

"میں ۱۹۰۴ء میں استاذی ومرشدی حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چند سال تک رہ کر فارسی اور صرف و نحو وفقہ کی کتابیں آپ سے پڑھیں۔ آپ نے دارالاقامہ میں میری رہائش کا انتظام بھی فرمایا تھا۔ میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت بھی کی تھی۔"

حکیم صاحب موصوف آج کل گوجرانوالہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب "سودائے مرزا" کے نام سے امرت سر میں شائع ہوئی تھی جو علماء کے حلقے میں بہت مقبول ہوئی تھی۔ ابھی حال ہی میں آپ نے تقرّبِ الٰہی کے عنوان سے ایک مفید کتاب شائع کی ہے۔ آپ معمر ہونے کے باوجود دنیا اور دین کے فرائض کی ادائیگی میں جوانوں سے زیادہ مستعد اور ذاکر وشاغل بزرگ ہیں۔

۱۴۔ بابا عبد اللہ شاہ عرف گھوڑے شاہؒ۔ آپ اصل میں کشمیر کے باشندہ تھے۔ امرت سر میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ آپ ابتدائی زمانہ میں متبع شریعت اور سالک تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے باوجود تقریباً ہم عمر ہونے کے آپ ہی کی مسجد میں اقامت اختیار

Marfat.com

کر کے علم حاصل کرنا شروع کیا۔ مدتِ تعلیم معلوم نہیں۔ اس کے بعد آپ مجذوب ہو گئے اور آخر عمر تک مجذوب ہی رہے۔ اکثر نیم برہنہ رہتے اور بازاروں میں گھوڑے [illegible] دوڑتے [illegible] اپنی ٹانگوں پر کبھی کوڑا اور کبھی چابک [illegible] لیے ہوئے نظر آتے۔ اسی وجہ سے گھوڑے شاہ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ صاحبِ کشف کرامت بزرگ تھے پیر غلام دستگیر صاحب نامی لاہوری مرحوم (متوفی ۱۹۶۱ء) نے حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کی روایت سے بابا صاحب موصوف کی چند کرامات ماہنامہ رنگ و بو لاہور مجریہ دسمبر ۱۹۶۱ء میں درج کی ہیں۔ بابا صاحبؒ موصوف کے ایک کشف کا راقم الحروف کو بھی ذاتی طور پر علم ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ میرے بہنوئی سید نذیر احمد مرحوم (متوفی ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء) کو ضلع لائل پور کی پولیس نے دفعہ ۳۰۲ کے تحت گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔ اس زمانہ میں حضرت والد صاحب اور ہم سب نہایت پریشان تھے کہ ایک روز بابا صاحبؒ حضرت والد صاحب کے پاس مسجد میں اچانک ایسے وقت میں آ کر کھڑے ہو گئے کہ آپ کتاب پڑھ رہے تھے۔ والد صاحب بوجہ مطالعہ میں منہمک ہونے کے بابا صاحبؒ کی طرف متوجہ نہ ہو سکے تو بابا صاحبؒ کشمیری زبان میں بولے "دماغ کو نہ تھکیں"

جب والد صاحبؒ متوجہ ہوئے تو بابا صاحب کشمیری زبان میں یہ کہہ کر اُچھلتے کودتے ہوئے بھاگ گئے کہ "پریشانی دور ہو جائے گی"

چنانچہ چند ہی روز بعد پولیس نے مقدمہ واپس لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے پریشانی دور فرما دی۔ بابا صاحبؒ کا مزار قبرستان فتح بابا کشمیری مرحوم بیرون گلوالی دروازہ امرتسر میں اب تک موجود ہے اور غیر مسلم لوگ قبر پر چڑھاوے

Marfat.com

چڑھاتے ہیں۔ بابا صاحبؒ کا انتقال غالباً ۱۹۳۰ء کو ہوا تھا۔

مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب مرحوم

آپ وترہیل (کشمیر) کے باشندہ تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے صرف ونحو و فقہ کی کتابیں حضرت مفتی صاحب سے پڑھیں اور دورۂ حدیث حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ کشمیری کی خدمت میں رہ کر پڑھا۔ بعض کتابیں دیوبند کے دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھی تھیں۔ سندِ فراغ حاصل کر کے کشمیر چلے گئے اور سرینگر میں میر واعظ صاحب کے مدرسہ عربی کے صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ عربی ادب میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ کشمیر ہی میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ۴ صفر ۱۳۷۲ھ ہے (رحمہ اللہ)

نکاح واولاد

حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی رحمہ اللہ کے شاگردوں کے تذکرہ کے بعد آپ کی اولاد کا ذکر بھی بالاختصار کیا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے چار نکاح کیے۔ پہلی دو بیویاں لاولد انتقال فرما گئیں۔ تیسری بیوی صاحبہ سے (جو پیر جمیل شاہ صاحب مرحوم سوداگر پشمینہ امرتسر کی ہمشیرہ تھیں) صرف ایک صاحب زادہ تولد ہوئے۔ جن کا نام پیرزادہ احمد حسن قاسمی (مرحوم) تھا جو امرتسر میں ۱۹۴۶ء میں لعارضہ استسقا فوت ہو گئے تھے۔ ان کی یادگار ایک صاحب زادہ اور ایک صاحب زادی ہیں۔ صاحب زادہ کا نام پیرزادہ مصطفےٰ احسن قاسمی ہے۔ (سلمہ اللہ)

حضرت مفتی صاحبؒ کا دوسرا گنہ گار ناچیز بیٹا راقم الحروف محمد بہاء الحق ہے جس کی تین ہمشیرگان بقید حیات ہیں اور بحمد اللہ کثیر اولاد رکھتی ہیں۔ راقم الحروف ماشاء اللہ دو بیٹوں اور چھ بیٹیوں کا باپ، تین پوتیوں کا دادا، اور سترہ نواسوں

Marfat.com

اور سات نواسیوں کا نانا ہے ۔ بیٹوں کا نام علی الترتیب پیرزادہ محمد ضیاء الحق قاسمی اور پیرزادہ محمد عطاء الحق قاسمی ۔ سلمہم اللہ تعالیٰ)

حضرت والد ماجدؒ کی چوتھی بیوی صاحبہ یعنی راقم الحروف کی والدۂ ماجدہ مرحومہ (متوفاۃ نومبر ۱۹۲۹ء) پیر احمد شاہ نرودری مسعودی مرحوم کی صاحبزادی تھیں جو محلہ نردرہ سری نگر کشمیر سے امرتسر تشریف لائے تھے اور امرتسر ہی میں ۱۹۰۶ء میں فوت ہو کر مدفون ہوئے تھے ۔ میرا ایک حقیقی برادر خورد پیرزادہ عبید الحکم قاسمی خلد آشیاں تین سال کی عمر ہی میں اللہ کو پیارا ہو گیا تھا ۔

میری شادی منشی ہدایت اللہ صاحب مرحوم انسپکٹر چونگی امرتسر (متوفی ۱۹۳۳ء) کی دختر سے ہوئی تھی ۔ اہلیہ مرحومہ کا انتقال ۱۶ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء کو ہو گیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

مؤرخ اسلام سید ہاشمی صاحب فرید آبادیؒ[1] مقیم لاہور نے مرحومہ کا قطعۂ تاریخ وفات لکھا تھا جو درج ذیل ہے :-

حضرت قاسمی کی زوجۂ پاکیزہ نہاد　　روح نے ان کی جو کی جانب جنت پرواز
فکر مجھ کو ہوئی تحریر کروں سال وفات　　غفر اللہ لہا غیب سے آئی آواز

۱۳۸۲ھ

حضرت مولنا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی

آپ حضرت پیر عبد العزیز صاحبؒ قاسمی کے دوسرے صاحبزادے

---

[1] سید صاحب موصوف بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء انتقال فرما گئے ۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

Marfat.com

یعنی مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحبؒ قاسمی کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے۔ کٹڑہ کرم سنگھ امرتسر میں رہائش رکھتے تھے آپ جسم کے دُبلے پتلے تھے لیکن خوبرو، اور خوش شکل بزرگ تھے۔ آپ نے اکثر کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسُول صاحبؒ قاسمی سے پڑھیں اور کچھ کتابیں اپنے برادرِ محترم موصوفؒ سے بھی۔ البتہ آپ نے طبی کتابیں مولانا حکیم غلام رسُول سے پڑھی تھیں جن کا ذکر حیزاد پر ایک جگہ کیا جا چکا ہے۔ آپ نے بھی تحصیل علوم کے بعد محض ابتغاءً لوجہ اللہ بلا کسی معاوضہ کے طلبہ کو پڑھانے میں عمر مبارک صرف کر دی۔ مولانا پیر احمد اللہ مرحوم (بارہ مولہ) حکیم غلام نادر شاہ مرحوم۔ مولانا ولی اللہ شاہ سلمہٗ مفتی ضیاء الدین صاحب ضیا سلمہٗ وغیرہم جہاں آپ کے برادرِ محترمؒ کے شاگرد تھے وہاں آپ کے بھی شاگرد تھے۔ آپ کے وعظ اور قرأتِ قرآن میں خاص سوز تھا۔ نہایت متقی، پرہیزگار اور متبعِ سنّت بزرگ تھے۔ ایک سال تک مرضِ سل میں مبتلا رہے۔ ایامِ مرض میں بعض اوقات غشی طاری ہو جاتی۔ لیکن نمازوں کے اوقات میں آنکھیں کھول دیتے۔ اور تیمم کر کے لیٹے لیٹے نماز پڑھ لیتے۔ آخری سانس تک آپ کی ایک نماز بھی نہیں چھُوٹی۔ نزع کی حالت میں راقم الحروف آپ کی خدمت میں حاضر اور سورہٗ یٰسین شریف کی تلاوت میں مصروف تھا۔ آپ قرآن پاک بغور سُنتے رہے۔ سورہٗ یٰسین کی تلاوت ختم ہوئی تو کلمہٗ شہادت پڑھ کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور ملأ اعلیٰ سے جا ملے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔)

آپ نے بسلسلہٗ حج بیت اللہ شریف مکہ معظمہ میں کسی بزرگ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔ لیکن مجھے ان بزرگوں کا اسم گرامی یاد نہیں رہا۔ آپ اپنے عم محترم حضرت مفتی غلام رسُول صاحبؒ قاسمی کے پہلو میں امرتسر میں مدفون ہیں تاریخِ وفات ۴ شعبان ۱۳۳۸ھ ہے (نور اللہ مرقدہٗ)

Marfat.com

آپ کے دو صاحب زادے ہیں (۱) پیرزادہ محمد ابراہیم صاحب قاسمی جو صاحب اولاد ہیں۔ ان کے صاحب زادوں کے نام علی الترتیب پیرزادہ محمد عزیز قاسمی اور پیرزادہ محمد اویس قاسمی ہے۔ ایک صالح نوجوان صاحب زادہ پیرزادہ محمد شعیب قاسمی قیام شملہ کے زمانہ میں فوت ہو گیا تھا۔ اور وہیں مدفون ہے۔ (غفر اللہ لہٗ)

آپ کی شادی شملہ کے ایک بزرگ پیر جی حبیب اللہ صاحب مرحوم (متوفی ۴ محرم ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۸) کی صاحب زادی سے ہوئی تھی۔ پیر جی صاحب مرحوم کے بڑے صاحب زادے مولوی حافظ ضیاء اللہ صاحب ندوی شملوی کراچی میں مقیم ہیں۔ دوسرے صاحب زادہ پیرزادہ ذکاء اللہ صاحب شملوی مرحوم و مغفور (جو مسلم لیگ کے مخلص ترین رہنماؤں میں سے تھے) لاہور میں آکر ۱۹۴۷ء میں فوت ہو گئے۔

حضرت مولٰنا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی رحمہ اللہ کے دوسرے صاحبزادے الحاج پیرزادہ محمد یوسف صاحب قاسمی ہیں جو ماضی قریب میں سیکشن آفیسر درجہ اوّل محکمہ مالیات حکومتِ پاکستان کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ اُن کے صرف ایک صاحب زادہ اور دو صاحب زادیاں ہیں۔ صاحب زادہ کا نام پیرزادہ عطاء الرحمٰن قاسمی ہے۔

یہ تمام حضرات اور حضرت مولٰنا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی کی اولاد و احفاد کے اکثر افراد اور راقم الحروف کے داماد پیرزادہ محمد امین صدیقی سلمہ اللہ (ابن پیر تاج الدین صاحب صدیقی مرحوم مدفون امرتسر ۱۹۵۰ء) اہل و عیال سمیت کراچی میں مقیم اور بفضلہٖ تعالیٰ سب فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فللہ الحمد۔ سلمہم اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

قطعاتِ تاریخِ وفات مولٰنا پیر غلام محی الدین صاحب قاسمی

(۱)

"از میر غلام مصطفٰے صاحب نازکی مرحوم بنڈ پورہ کشمیر)

افسوس آں مولائے من — رفت از جہاں چوں جاں زتن
آں خادمِ دینِ متین — مفتی غلام محی دیں
چوں سالِ وصلِ آں ہمام — جستم و فکرِ تیز گام
داد از دلِ غمگیں پیام — شُد عازمِ خُلدِ بریں

۱۳۳۸ھ

(۲)

راز خواجہ عبد العزیز صاحب خواجہ مرحوم تاجر پشمینہ امرتسر)

چو محی الدین آں بحرِ نکوئی — شدو انداخت اندر خلد لنگر
برائے سالِ فوتش گفت خواجہ — چہ خوش گفتا مقامش خُلدِ اکبر

۱۳۳۸ھ

منقول از اخبار "الفقیہ" امرتسر ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ
مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۲۰ء

(۳)

راز مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاء سلمہ اللہ)

پیر محی الدین مردِ ذی وقار — منبع بحرِ کرم والا تبار
آں براہیمی نظر، روشن خیال — آہ آں یوسف لقا زیبا شعار
از مدینہ خاطر او مستنیر — شد جبینش در حرم سجدہ گذار
چوں ندائے ارجعی در گوشِ اُو — در رسید از ساحتِ دار القرار

Marfat.com

از سرِ الفاں سن وصلش صنیاؔ　　رفت در جنّت بیامد در شمار

۱۳۳۸ھ

حضرت مولٰنا پیر سلام الدین صاحب قاسمی

آپ حضرت مولٰنا پیر عبد القدوس صاحبؒ قاسمی موصوف کے لاڈلے صاحب زادہ تھے۔ آپ مولٰنا سلام باباؒ کے نام سے مشہور تھے۔ مسجد جامع خان بہادر میاں محمد جان مرحوم امرت سر میں پینتالیس سال تک خطیب رہے۔ صوفی مشرب اور مرنج و مرنجاں مسلک رکھتے تھے۔ مسجد مذکور میں ہر جمعہ کے روز ٹھیٹھ پنجابی زبان میں وعظ فرماتے۔ دین کی سادہ سادہ باتیں بیان کرتے۔ خود بھی روتے اور حاضرین کو بھی رُلاتے تھے۔ آپ کے مریدین پاکستان کے مختلف علاقوں میں موجود ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور تشریف لے آئے تھے۔ بماہِ دسمبر ۱۹۴۸ء فوت ہو کر قبرستان میانی[۱] صاحب میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار کے گرد چار دیواری اور دروازہ لگا کر مزار کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ آپ کے معتقدین کے زُمرہ میں بہت سے انگریزی دان مسلمان بھی داخل ہیں۔ ایک صاحب الٰہی بخش صاحب بی اے ممبر یونین کونسل نے ایک طویل مضمون لکھا تھا جو لاہور کے مشہور ہفتہ وار اخبار "اقدام" میں شائع ہوا تھا۔ اس سے اندازہ

---

[۱] میانی قبرستان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں اس جگہ ایک گاؤں آباد تھا۔ جس میں عالم لوگ رہتے تھے۔ اور چونکہ پنجابی زبان میں عالم کو "میاں" کہتے ہیں اس سے اس گاؤں کو "میانی صاحب" کہا جانے لگا۔

(کتاب تحقیقاتِ چشتی صفحہ ۱۶۷)

Marfat.com

کے دو مشہور ہفتہ وار اخبارات "ایشیا" اور "شہاب" نے نقل کرکے شائع کیا۔ اس مضمون میں الٰہی بخش صاحب موصوف نے [illegible] کی [illegible] کیا ہے کہ موجودہ فضا میں نیکوں کی صحبت [illegible] میں انھوں نے لکھا ہے کہ وہ غلط ماحول سے متاثر ہو کر اسلام کی صداقت کے [illegible] بلکہ قائل نہ رہے تھے بلکہ غیر مسلموں سے بڑھ کر اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گستاخانہ نکتہ چینی کرنے لگ گئے تھے۔ خوش قسمتی سے ان کو مولٰنا سلام الدین صاحب قاسمی کی صحبت نصیب ہوگئی جس سے اُن کو تجدید اسلام کی توفیق ملی۔ پھر تو اُن کی استقامت کا یہ حال ہوگیا کہ ملایا میں ملازمت کے دوران امریکن مشنری پادریوں نے ان کو قبولِ عیسائیت کے لیے زن اور زر کی رشوتیں پیش کیں لیکن انھوں نے ان رشوتوں کو ٹھکرا دیا۔ ان کے مضمون کے اس حصّہ کو حذف کرکے صرف وہ حصّہ ذیل میں انھی کے الفاظ میں نقل کیا جا رہا ہے۔ جس میں حضرت مولٰنا سلام الدین صاحبؒ قاسمی کے حُسنِ اخلاق اور ان کی سیرۃ پر روشنی پڑتی ہے۔

مولٰنا سلام الدین قاسمیؒ کی سیرۃ ایک گریجویٹ کے قلم سے

مرشدِ کامل:

میں ہاکی اور فٹ بال کھیلنے میں بہت مشتاق تھا اور میرا ایک اور طالب علم دوست بنام عبداللطیف جو اسلامیہ ہائی سکول امرتسر میں زیرِ تعلیم تھا۔ وہ بھی مذکورہ بالا کھیلوں میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔ یہ عبداللطیف تھانہ اجنالہ ضلع امرتسر کے تھانیدار کا لڑکا تھا۔ یہ تھانیدار صاحب ایک عالم دین بنام مولٰنا سلام الدین کے مرید تھے جو مسجد جامع میاں محمد جان مرحوم ہال بازار امرتسر کے پیش امام تھے۔ تھانیدار صاحب نے اپنے بیٹے کو شہری ماحول کی برائیوں سے محفوظ رکھنے کی

Marfat.com

غرض سے یہ عاقلانہ پیش بندی کر لی کہ عبداللطیف کو اپنے پیر صاحب کی حفاظت میں چھوڑ دیا اور پیر صاحب نے اس لڑکے کو اپنے حجرہ میں رہائش کی اجازت دے دی۔

ایک دن بعد دوپہر میں ہاکی سٹک ہاتھ میں لیے ہوئے اپنے دوست عبداللطیف کو بلانے کے لیے مسجد کے حجرہ میں داخل ہوا تو لطیف تو وہاں موجود نہ تھا مگر ایک اور شخص وہاں بیٹھا کسی کتاب کی ورق گردانی میں مشغول تھا۔ یہ شخص کوئی پینتیس چالیس سال کے لگ بھگ ہوگا۔ درمیانہ قد، گورا چٹا بدن، منہ پر گھنی داڑھی اور خوب صورت سڈول چہرہ کا مالک تھا۔

میں نے کمرہ میں قدم رکھتے ہی پوچھا "عبداللطیف کہاں ہے؟"

اس شخص نے کتاب سے سر اٹھا کر میری طرف ذرا تعجب سے دیکھا اور کہا۔ "تشریف رکھیے لطیف صاحب ابھی آتے ہیں۔"

میں اس فقرہ "لطیف صاحب ابھی آتے ہیں" کو سن کر ششدر سا رہ گیا۔ یہ "لطیف صاحب" جسے میں روزانہ کئی درجن مغلظات سے نوازا کرتا تھا، اس شخص کی نظر میں اتنا معزز تھا کہ اس کے لیے صیغہ جمع استعمال ہو رہا ہے۔

خیر میں بیٹھ گیا۔ تھوڑے سے تعارف کے بعد اس داڑھی والے شخص نے پوچھا "کیا آپ کو کچھ کھانے دانے یا حقہ پانی کی ضرورت ہے؟"

میں نے جواباً کہا "حقہ پی لیتا ہوں۔ کھانے دانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

معاً یہ شخص وہاں سے اٹھ کر نیچے بازار کی طرف اتر گیا اور چند منٹ میں ایک تازہ بھرا ہوا حقہ لا کر میرے سامنے دھر دیا اور خود حجرہ سے نکل کر مسجد کے صحن کی طرف چلا گیا۔

مجھ اجنبی پر اس ملّا ٹائپ آدمی کی شرافت اور مہمان نوازی کا بڑا اثر ہوا۔ ابھی میں اس کی شرافت اور تہذیب پر سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں میرا دوست لطیف

Marfat.com

بھی کہیں سے آگیا، اور مجھے اور میرے حُقّہ کو دیکھ کر حیرانی سے پُوچھنے لگا "یہ حُقّہ یہاں کس نے مُھیں لا کر دیا ہے؟"

مَیں نے اس حُقّہ لانے والے شخص کا حُلیہ بتایا تو لطیف نے کہا "خدام. زدہ تو پیر صاحب حضرت مولانا سلام الدین صاحب تھے۔ وہ خود تو حُقّہ نہیں پیتے۔ تم نے اُن سے حُقّہ کی فرمائش کیوں کی؟"

ہم دونوں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہی شخص پھر حجرہ کے اندر تشریف لے آئے میں نے بڑے ادب کے ساتھ اُن سے معذرت کی اور کہا کہ میں نے ناحق آپ کو تکلیف دی۔

مولانا صاحب نے میری معذرت طلبی کے جواب میں جو الفاظ فرمائے وہ مجھے آج تک یاد ہیں اور قبر تک یاد رہیں گے کیونکہ ان الفاظ نے میری آئندہ زندگی کے دھارے کا راستہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ فرمانے لگے "برخوردار! معذرت کیسی؟ مَیں نے تو اپنا ایک اسلامی فرض ادا کیا ہے۔ حضور اکرمؐ نے اکرام الضیف (مہمان نوازی) کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ آپ میرے اور میرے ایک عزیز کے مہمان ہیں۔ آپ حُقّہ پیتے ہیں اور حُقّہ بہت سے مسلمان پیتے ہیں اور کسی نص کی رُو سے حرام بھی نہیں ہے۔ پھر اگر مَیں نے آپ کو حُقّہ مہیا کر دیا تو یہ بہت ہی سستی مہمان نوازی ہوگئی اور ساتھ ہی میں ایک فرض سے بھی سُبکدوش ہوگیا۔" یہ کہہ کر وہ مُسکرانے لگ گئے۔

خیر میں نے مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا اور لطیف کو ہمراہ لے کر وہاں سے رخصت ہوا، مگر اگلی ساری رات میں مولانا سلام الدین صاحب، ان کی طرزِ گفتگو اور جنابِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایک ارشاد کی تعمیل میں ان کی سعی پر غور وفکر کرتا رہا۔ کیا وہ محمدؐ جن کی میں آج تک تحقیر کرتا رہا ہوں اور جن کے متعلق یہ

Marfat.com

آریہ ہندو گستاخانہ طور پر حرف زنی کرتے ہیں۔ ایسے بارنک بین اور مہذب انسان تھے کہ اجنبیوں تک کی تواضع اور مہمان نوازی جیسی معمولی باتیں بھی ان کی نظر میں اتنی اہمیت رکھتی تھیں کہ وہ اپنے آئندہ آنے والے پیروؤں کو ان کی تعمیل کی تاکید فرما گئے ہیں۔ غرض اس اتنے سے اتفاقی اور معمولی واقعہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و احترام کا بیج میرے سابقہ اندھے اور لعنت زدہ قلب کی گہرائی میں بو دیا اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ جب بھی فرصت ملے گی میں مولانا سلام الدین صاحب کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا تاکہ اسلام کے متعلق مزید واقفیت ان سے حاصل کرسکوں۔

القصہ اب میں نے معمول بنا لیا کہ میں جو کچھ رسالہ "اندر" "ستیارتھ پرکاش" اور "آریہ مسافر" وغیرہ اخبارات میں دین اسلام کے متعلق پڑھا کرتا تھا وہ سب اعتراضات مولانا موصوف کے سامنے پیش کرکے اُن سے بحث شروع کردیتا اور مولانا صاحب حتی الامکان بڑے تحمل اور مشفقانہ طور پر میری تسلی فرمانے کی کوشش فرمایا کرتے۔ آہستہ آہستہ مجھے احساس ہونا شروع ہوگیا کہ مخالفوں کے جو اعتراضات قرآن مجید اور رسول کریم کے کردار پر ہیں وہ اتنے وزنی نہیں ہیں جتنے میں اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھتا رہا ہوں اور بہت سے اعتراضات تو محض لچر اور معاندانہ ذہنیت کی اختراع ہیں۔

ایک دن سوال و جواب کی ایک صحبت میں مولانا صاحب نے فرمایا۔ "برخوردار! تمھاری سمجھ اچھی ہے۔ اردو اور فارسی کی قابلیت بھی تم میں کافی ہے مگر لاعلمی کی وجہ سے تم بہت سے فضول سے سوالات اٹھا کر اپنا بھی وقت تلف کرتے ہو اور میرا بھی۔ میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ پہلے قرآن مجید کا مطالعہ کسی اچھے ترجمہ اور تفسیر کی مدد سے شروع کردو۔ اس کے بعد اگر کسی مسئلہ کے

Marfat.com

سمجھنے میں تمھیں وقت معلوم ہو تب مجھ سے پوچھو، اُس وقت مجھے بھی جواب دینے میں کچھ لطف آئے گا۔" (الیٰ ان قال)

میرے عزیز مسلمان طالب علم نوجوانو! میرے مذکورہ بالا حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذرا سوچو کہ اگر بچپن ہی میں مجھے ایک ملّا (حضرت مولانا سلام الدین مرحوم و مغفور) کی صحبت نصیب ہوتی تو آج میرا انجام کیا ہوتا۔ انھیں کے طفیل "حُبِّ رسولؐ" کا بیج میرے قلب و ذہن میں جاگزیں ہوا، اور اسی ایک بیج نے تناور درخت بن کر اپنے پھل کے تیل کی روشنی میرے قلب و ذہن کی تمام تاریکیاں دُور کر دیں۔ میں اس داڑھی والے "ملّا" کا احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا اور آج پھر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے آگے التجا کرتا ہوں کہ اگر میرے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی موجود ہے تو وہ اُسے مولانا سلام الدین صاحب کے کھاتہ میں درج فرما دیں۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

(منقول از "شہاب" لاہور ۹ر اپریل ۱۹۶۱ء)

حضرت مولانا کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ گویا قاسمی خاندان کی ایک شاخ مولانا پر ختم ہو گئی۔ البتہ آپ کی صاحبزادیوں کی ماشاء اللہ کثیر تعداد موجود ہے۔ آپؒ کے ایک نواسے سیّد محمد داؤد کراچی میں مقیم ہیں۔ دوسرے نواسے سیّد محمود شاہ مرحوم کے بیٹے سیالکوٹ، لاہور وغیرہ میں آباد ہیں۔ تیسرے نواسے حاجی پیرزادہ محمد حسن کراچی میں اور چوتھے نواسے پیرزادہ محمد محسن (مرحوم) کے صاحب زادے پیرزادہ محمد آصف قاسمی لاہور میں مقیم ہیں۔

آخری دونوں صاحبان پیر جی حفیظ اللہ صاحب شملوی مرحوم (متوفی ۱۹۲۵ء) کے صاحب زادے ہیں۔

* * * *

Marfat.com